روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

رسالہ اوم دہلی

JULY 1972



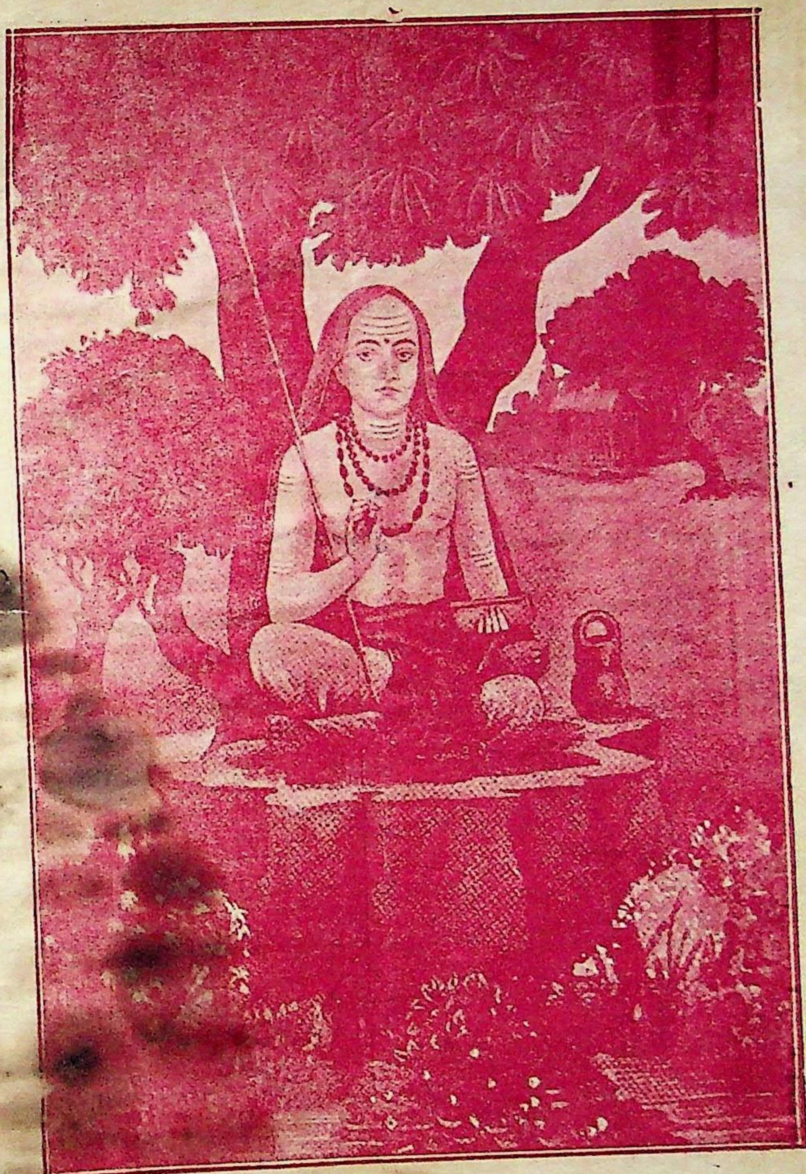
Maharishi Vedvyas ji

Price Rs. 1-50

Edito

گورکھ

باہتمام شری گورکھ ناتھ نند ایڈیٹر



Jagatguru Swamiji Shankeracharya

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

اوم
دہلی ۶
اجمیری گیٹ

فہرست مضامین
بابت ماہ جولائی ۱۹۷۲ء

چندہ سالانہ سولہ ۱۶/ 16/ روپیے
وی پی منگوانے پر دو روپیہ زائد
فی پرچہ 1/50
ممالک غیر سے سمندری ڈاک RS.25/-
بذریعہ ہوائی ڈاک پچپن 55/- روپئے
رقم بذریعہ نارمل پوسٹل منی آرڈر بھیجنے کی کرپا کریں۔
پوسٹل آرڈر یا چیک ارسال نہ کریں

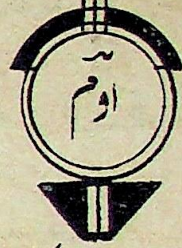
سمپادک
گورکھ ناتھ نندہ

باہتمام شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و مالک نے سوز لیتھو پریس پٹودی ہاؤس دہلی نمبر ۲ سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی ۶ مکان نمبر ۶۲ سے شائع کیا۔

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

رسالہ "اوم" دہلی
بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۷۲ء





ویاس پوجا

ہندو تہواروں کی تہہ میں بہت سے راز پنہاں ہیں۔ یہ ہندو جاتی کا نابود ہونے والا اتہاس ہیں۔ وہ قومیں جن کا اتہاس صرف کتابوں تک محدود رہا وہ اپنی اصلیت یا اپنے بزرگوں کی کیفیت سے محض ناواقف ہو کر اپنی ہستی ہی کھو بیٹھے اور دوسری قوموں میں جاذب ہو گئے۔ مگر افریں ہے ہندو جاتی کے بزرگوں کو جنہوں نے اتہاسک کتابوں کے علاوہ اتہاسک تہواروں کو بھی دھرم اور مذہب کے دائرہ کے اندر کر دیا۔ آج کل یورپ والے ہیرو ورشپ کے حد درجہ کے دلدادہ ہو رہے ہیں۔ کوئی شخص جو کوئی معمولی کام کر کے جاتی کو کچھ فائدہ پہنچاتا ہے۔ اس کا میموریل تیار ہوتا ہے۔ پتھر کا بت بنا کر کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ کسی کالج یا لائبریری وغیرہ میں اس کے نام پر ہال تیار کر دیا جاتا ہے۔ بیشک یہ بزرگوں کے لئے قدر دانی ہے۔ نیز یہ ان قوم و مذہب کی یادگاریں ہیں۔ مگر یہ یادگاریں ہمیشہ قائم نہیں رہتیں۔ پتھر کے بت ایک دن ٹوٹ جاتے ہیں۔ یا غیر قومیں آ کر توڑ دیتی ہیں۔ اسی طرح کالجوں کے ہال آنکھوں کے دیکھتے دیکھتے مسمار ہو جاتے ہیں۔ جرمنی نے لنڈن پر آگنی بم گرا کر دنیا میں سب سے بڑی اور شاندار لائبریری اور کئی گرجے مسمار کر دیئے تھے۔ گویا یہ تمام یادگاریں ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتیں۔ ہندو بزرگ ان باتوں سے آشنا تھے۔ وہ زمانہ کی گردش کو جانتے تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ کلجگ میں ہندو دھرم برائے نام رہ جائے گا۔ اس لئے انہوں نے اپنی قوم کے دلوں پر دھارمک نشان قائم کر دیئے۔

ہر سال بھگوان وید ویاس کی یاد میں ویاس پوجا کا تہوار اساڑھ پورنماشی کو اور بھادوں کی اشٹمی کو بھگوان کرشن کی یاد میں جنم اشٹمی کا اتسو منایا جاتا ہے۔ دوسہرہ بھگوان رام کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر سال دو بار نوراتروں میں شکتی پوجا کی جاتی ہے۔ گویا ہر سال ہم ان تہواروں کے ذریعے اپنے بزرگوں کی یاد کو ترو تازہ کرتے ہیں۔

بھگوان ویاس کی مبارک یادگار (بنیہ سمرتی) کے طور پر ویاس پوجا کا متبرک تہوار ہندوستان میں جاری ہے۔

اس کا دوسرا نام گورو پوجا بھی ہے۔ پراچین کال میں اسی دن سب لوگ اپنے گوروؤں کی پوجا اور ستکار کیا کرتے تھے چونکہ ویدویاس جی سب کے گورو اور شکشک (معلم) تھے۔ اس لئے انکی یادگار کے طور پر یہ گورو پوجا ویاس پوجا کے ہی نام سے مشہور ہے اس لئے ہر ایک گرہستی کو اس دن اپنے خاندانی گورو یا شکشک کی پوجا (آدر اور ستکار) کرنا چاہیئے۔

یہی ہمارے قدیم بھارت ورش کا رواج تھا۔ اُن دنوں گورو جنوں (بزرگوں) کی کتنی مہما تھی۔ انہیں کتنا اونچا آسن سماج میں دیا جاتا تھا۔ یہی راز یہ تہوار زبان حال سے ظاہر کرتا ہے۔ جو قوم اپنے بزرگوں گوروؤں اور شکشکوں کی عزت کرنا نہیں جانتی وہ احسان فراموش ہے۔ وہ قوم کبھی بھی ترقی نہیں کرسکتی۔ ہندو قوم کے گورو براہمن اور سنیاسی تھے۔ جب سے اس قوم نے ان اپنے گوروؤں کی عزت چھوڑ کر مغربی تعلیم کے باعث اور غیر قوموں کے مخالف پرچار کے کارن ان کو ذلیل کرنا شروع کر دیا۔ تب سے ہی ہمارے دھرم کی ہانی شروع ہوگئی۔ دوسری قومیں دن بدن ترقی کر رہی ہیں۔ اور ہندو انکا منہ دیکھ رہے ہیں مسلمانوں کے اندر قرآن مجید پڑھانے والے ملاں کی آج وہی عزت ہے جو کبھی ہندو قوم براہمنوں کی یا سنیاسیوں کی کیا کرتی تھی۔ آپ کہتے ہیں کہ براہمن وہ براہمن نہیں رہے۔ اور سادھو وہ پہلے سادھو نہیں رہے میں تو یہ کہوں گا۔ کہ ان کو گرانے والے بھی تو ہم ہی ہیں۔ آج بھی اگر ہم براہمن اور سادھو کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کا وچار کریں تو ہم اُن کا سُدھار کرسکتے ہیں۔ براہمن اور سادھو بغیر تنخواہ کے ہمارے ماسٹر تھے۔ صرف روٹی اور کپڑا لے کر تمام عمر ہمیں دھرم شاستروں کی تعلیم دیتے تھے لیکن افسوس کہ ہم نے اُن کی عزت چھوڑ دی۔ اُن سے تعلیم حاصل کرنے کی بجائے ہم غیر ملکی لوگوں کو اپنا گورو تسلیم کر بیٹھے۔ اور براہمنوں سے برتن صاف کرنے کا کام لینا شروع کر دیا۔

گورو جنوں کا انسانی زندگی پر کیا اثر ہوتا ہے۔ یہ بتلانے کی کچھ زیادہ ضرورت نہیں۔ ہمارے بھارت ورش کے وہ دن جب کہ یہ آدرش پرنالی اپنے سچے معنوں میں یہاں جاری تھی۔ یہاں کے سنہری دن تھے۔ ان ہی دنوں سنسار بھر کے ودوان یہاں آ آکر ہمارے ودوانوں سے تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ اور ہمارا بھارت دنیا بھر کا رہنما مانا جاتا تھا۔ بھاگوان پھر انہی بھاوؤں (خیالات و جذبات) کا سروت (سرچشمہ) اس پنیہ بھومی میں پھر بہا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم شردھا اور بھگتی سے پھر اس راستے پر قدم بڑھانے کے لئے تیار ہو جائیں۔ ہم میں اُن پنیہ آتماؤں (رشیوں) کا خون ابتک موجود ہے۔ ضرورت ہے صرف بھاونا کی۔ وچاروں کو پلٹا دینے کی کیونکہ ہر ایک انسان کو اس کی بھاونا اور وچاروں کی لہر چھوٹا یا بڑا بنا دیا کرتی ہے۔ بھاونا کی ہی دنیا پر ہمیشہ حکومت رہی ہے۔ آج ہم نے اپنے جاتیہ بھاووں (قومی خیالات) کو چھوڑ کر غیر ملکی خیالات کو اپنا لیا ہے۔ خیالی طور پر دوسروں کے محتاج ہیں۔ اور جب تک ہم اپنے خیالات میں اس طرح اوروں کے غلام بنے رہینگے ہم کبھی بحیثیت ایک قوم کے آزاد نہیں ہوسکتے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم اپنی کشدر بھاوناؤں کو چھوڑ کر اُدار بنیں۔ اور دیش جاتی اور دھرم کی خدمت کیلئے اپنے خود غرضی و تنگ نظری سے پُر ذلیل خیالات کو چھوڑ دیں۔ اپنی زندگی دیس جاتی اور دھرم کی سیوا کیلئے سمرپن کردیں۔

گورو پوجا منش کے اندر روحانی خیالات کی لہریں پیدا کرتی ہے۔ اور یہی خیالات کی لہر ہماری زندگی کے سفر کو آسان اور سُکھ پُورن بناتی ہے۔

بھگوان ویدویاس جی کا جیون اس بات کے آدرش کو قائم کرتا ہے کہ ہمارے گورو کیسے نسوارتھ اور پرمارتھی ہونے چاہئیں اور

ہمیں کس طرح ایسے سچے گوروؤں کی پوجا کر کے اپنا آتمک کلیان کرنا چاہئے۔ یہی ویاس پوجا اور گورو پوجا کا آدرش ہے۔ جس کو آج نظر سے اوجھل کر کے ہم اس درگتی کو پہنچ رہے ہیں۔

اب ہم مہرشی ویاس جی کے جیون چرتر کو مختصر بیان کر کے انہوں نے جو ہم پر اپکار کئے۔ اور تمام زندگی ہندو جاتی کے سدھار کے لئے صرف کر دی۔ اُس کو درج کریں گے۔

بھگوان ویاس جی کا شریر کچھ سانولے رنگ کا تھا۔ اس لئے اُنکو کرشن کہتے تھے۔ نیز چونکہ جمنا کے ایک جزیرے میں اُن کا جنم ہوا۔ اس لئے اُنکا نام کرشن دوی پاین مشہور ہو گیا۔ چونکہ آپ نے ویدوں کو بالترتیب حصّوں میں منقسم کیا۔ اسلئے آپ کا نام وید ویاس مشہور ہو گیا۔ آپ پراشر رشی کے پُتر تھے۔ آپ کی ماتا کا نام ستیہ وتی تھا۔

بھگوان ویاس نے ہوش سنبھالتے ہی اپنی ماتا سے جنگلوں میں بغرض تپسیا چلے جانے کی خواہش ظاہر کی لیکن ماتا ستیہ وتی نے اس پر اعتراض کیا اور آگیا دینے سے انکار کر دیا۔ لیکن بہت اصرار کرنے پر ماتا کو اجازت دینی ہی پڑی۔ انہوں نے ماتا سے پر وعدہ کیا۔ کہ جب وہ اُنہیں یاد کیا کریں گی وہ سیوا میں حاضر ہو جایا کرینگے۔ اجازت حاصل کر کے وہ جنگلوں میں چلے گئے۔ ان کا جنگلوں میں چلے جانے سے صرف یہ مقصد نہ تھا کہ وہ اپنے پرلوک سدھار کے لئے تنہا کسی نامعلوم گپھا میں بیٹھ کر تپسیا کرینگے۔ وہ تو پیدا ہوتے ہی برہم گیانی تھے۔ کرم فلسفہ کے مجسّم اوتار تھے۔ اُنہیں اپنے لئے کسی سادھنا کی ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ لوک کلیان کیلئے اپنے ذاتی آرام و آسائش کو بالائے طاق رکھ کر اور گرہست آشرم کے بندھنوں سے آزاد ہو کر بدریکا آشرم میں کٹھن تپ کیا۔ اور اپنے تپوبل سے آنے والے مستقبل بعید کا رنگ ڈھنگ اور انسانی نسلوں کو آلسی۔ کم عمر، کند ذہن اور پاپی دیکھ سمجھکر آپ نے ویدوں کا وبھاجن کیا۔ یعنی ویدوں کو بالترتیب حصّوں میں منقسم کیا۔ تاکہ لوگوں کو تھوڑی ہی محنت سے برہم ودیا پراپت ہو سکے۔ انہوں نے برہم سوتر لکھے جنکو آجکل کے ودوان دیکھکر دنگ ہو رہے ہیں۔ انہوں نے اٹھارہ پرانوں کی تصنیف کر کے کتھاؤں اور کہانیوں کے ذریعہ ویدوں کو سمجھانے کی کمال کوشش کی اسکے علاوہ اُپ پران۔ مہابھارت اور شریمد بھاگوت گیتا کی رچنا کر کے روحانیت کے دلدادہ لوگوں کیلئے لازوال سامان پیدا کر دیا جتنے بڑے بڑے گرنتھ آپ نے اپنی زندگی میں لکھے ہیں۔ اتنے اس سے پہلے اور اسکے بعد آجتک نہ ہی کوئی لکھ سکا ہے۔ اور نہ ہی کوئی آئیندہ لکھنے کی سامرتھ رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ اتنا بڑا کام تمام عمر کی سخت محنت کا پھل ہے اتنے بھاری گرنتھوں کو دیکھکر یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ آپ کی زندگی کا ایک بھی لمحہ فراغت میں نہیں گذرا ہوگا۔

بھگوان ویاس جی کے تصنیف کردہ گرنتھوں نے اس زمانہ سے لیکر آجتک منش سماج کو کیا فائدہ پہنچایا ہے۔ اور آپکے دنیا پر کتنے بڑے احسانات ہیں۔ اس پر ایک طائرانہ نظر ڈالے بغیر آپکی تپسیا۔ تیاگ اور کرم یوگتا کا صحیح اندازہ کرنا دشوار ہے۔ اگر آپکے مذکورہ بالا گرنتھوں کو رچا نہ ہوتا۔ تو آج پراچین آریہ سبھیتا۔ سناتن ویدک دھرم اور ہندوؤں کے بزرگوں کی تواریخ کا نام و نشان مٹ گیا ہوتا۔ ویدوں کا گیان ہم تک نہ پہنچ سکتا۔ اور آج جہالت اور لاعلمی کے گھور اندھکار میں سارا جہان بھٹکتا پھرتا۔

اُپدیش

ویاس جی فرماتے ہیں۔ کہ ہر سمجھدار انسان کو پانچ شخصوں سے اشیرواد یعنی دعائے خیر لیتے رہنا چاہئے۔

۱۔ اپنے ماتا پتا سے جو زندگی بھر بچوں کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔ دن رات انہیں علم و عقل اور تمیز یعنی اخلاق کی باتیں سکھاتے ہیں انکے سکھ اور شانتی کا خیال رکھتے ہیں۔ برائی سے بچانے کی ہمیشہ کوشش کرتے انکی تکلیفات دور کرنے کیلئے وہ کیا کچھ برداشت نہیں کرتے۔ اور آخر میں اپنا روپیہ۔ جائداد دولت و اقبال سب کچھ ان ہی کے لئے ورثہ میں چھوڑ جاتے ہیں۔

۲۔ گورو سے جو اسے علم و ہنر صنعت و حرفت عقل و تمیز۔ روشن خیالی اور نیک دلی سے انمول زندگی سمجھا کر اپنی عاقبت (پرلوک) سنوارنے کے قابل بناتا ہے اور جہالت کے اندھیرے سے نکال کر روشنی اور نور کے طبقے میں پہونچاتا ہے۔

۳۔ بیواؤں اور یتیموں سے جو اپنی بدقسمتی اور بداعمالی کی بدولت اپنے پتی اور پتا ماتا کے سایہ سے محروم ہو گئے ہیں اُن پر رحم کرنا ہر ایک انسان کا فرض ہے۔ تاکہ اور مرد عورت اور بچے انکی حالت سے سبق لیکر اپنے خاوندوں اور والدین سے نیک سلوک کریں اور ایسے گناہوں کے مرتکب نہ ہوں جنکی وجہ سے ان بدقسمتوں کو یہ دن دیکھنا پڑا ہے۔ ایسے شخصوں کی خدمت کرنے اُن کو روٹی کپڑا مہیا کرنے اور انکی ضروریات پورا کرنے سے دعائے خیر حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ شخص جسے وہ نیک دعا دیتے ہیں۔ پرماتما کے رحم کا حقدار ہو کر عقل سلیم سے ممتاز ہوتا ہے۔

۴۔ اپاہجوں سے کیونکہ وہ بھی اپنے پاپوں کی وجہ سے ہی اس طرح لاچار و مجبور ہو جاتے ہیں۔ وہ ایشور کی کسی نعمت سے حظ نہیں اُٹھا سکتے۔ اس لئے ان پر پرورش کی نظر رکھنا اور انہیں روٹی کپڑا وغیرہ ضروریات زندگی مہیا کرنا ہر ایک انسان کا فرض ہے۔

۵۔ بھگت۔ ورکت۔ سنیاسی۔ سادھو سے جنکے متعلق وید ویاس جی فرماتے ہیں۔ کہ یہ پرتھوی پر دیوتا روپ ہوتے ہیں۔ انکے درشنوں سے انسان کے گناہ چھوٹ جاتے ہیں۔ انکے اپدیش اور انکی زندہ مثال سے اس کا دل روشن ہو کر اسے ایشور پراپتی کا سیدھا راستہ ملتا ہے کیونکہ وہ جملہ خواہشات دنیاوی کو تلانجلی دیئے رہتے ہیں۔ اور محض قالب انسانی کی رکشا کیلئے انہیں دو روٹی اور ایک لنگوٹی کے سوا اور کچھ ضرورت نہیں ہوتی کیا انکی اس خدمت سے جو وہ اس طرح کل عالم کی شبانہ روز کرتے ہیں۔ فائدہ اُٹھا کر ایک گرہستی کا یہ دھرم نہیں ہے کہ وہ انکے روٹی کپڑے کا ہی کچھ خیال رکھے۔ جو شخص ایسے سادھو کی خدمت نہیں کرتا۔ وہ کبھی اپنے مقاصد زندگی حاصل ہونے کی امید نہیں کر سکتا۔ انکی دعائے خیر سے جو مدعائے دلی ایک لحظہ میں حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ ستر سال کی عبادت سے حاصل ہونا مشکل ہے۔

نوٹ۔ مہرشی وید ویاس جی نے دان کا مہتو بتاتے ہوئے ظاہر کیا ہے کہ برہم ودیا کے پرچارکوں یعنی براہمنوں اور سادھوؤں کو ہی دان دینا صحیح دان کہلاتا ہے۔ بیواؤں۔ یتیموں اور اپاہجوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے۔ وہ ایک انسانی فرض ہے وہ دان نہیں کہلاتا۔ ابلہ لوگ براہمن و سادھوؤں کو دان دینے کی بجائے کلبوں میں دان دیتے ہیں۔ جہاں وشے واسناؤں کی پورتی ہوتی ہے۔ ایسے لوگ اگلے جنم میں امیر گھرانوں کے کتے بنتے ہیں۔ جہاں انکے لئے مخملی بچھونے من بھاتا ماس سیوا کرنے کے لئے نوکر سیر کرانے کیلئے موٹر گاڑیاں ہوتی ہیں۔ یہ تامسی دان ہے اور اس کا پھل بھی تامسی یعنی کتے کی جون ہے لیکن آرام و آسائش کے سامان مہیا ہیں۔ کئی لوگ ایسی سنستھاؤں کو دان دیتے ہیں۔ جو دھرم کے ورودھ پرچار کرتے ہیں جن کا سدھانت کھاؤ۔ پیو اور موج اڑاؤ ہے۔ جو دھرم شاستر کی تعلیم سے بے بہرہ ہیں۔ لیکن اپنا ہی گورو ڈم چلاتے ہیں۔ ایسے لوگ جو ماس اور شراب کا سیون کر کے بھی گورو کہلاتے ہیں۔ اور اپنا نیا اور نرالا کلجگی دھرم چلاتے ہیں۔ ان کو دان دینا۔ گویا ادھرم کو پھیلانا ہے۔ یہ بھی تامسی دان ہے۔ ساتوک دان وہی ہے۔ جو برہم ودیا کے پرچارکوں کو یعنی سادھو اور براہمنوں کو دیا جاتا ہے ایسے دان سے دھرم کی وردھی ہوتی ہے۔ پاپ کا ناش ہوتا ہے۔ اور اپنا انتہ کرن

پوتر ہوکر برہم گیان کو پراپت کرنے کے سمرتھ بنتا ہے۔

آتما۔ ویدویاس کے اُپدیش کے بموجب آتما کے لحاظ سے کل آفرینش ایک ہے محض شریر یا جسم کے خیال سے سب جُدا جُدا ہیں۔ اس لئے ہر ایک کو کل پرانی ماتر کے ساتھ پریم کرنا اور اُن کے دُکھ سُکھ میں حصہ لینا چاہئے اور سب کے ساتھ برادرانہ برتاؤ کرنا چاہئے۔ ایسا کرنے سے وہ اپنی ہی آتما کے ساتھ نیک سلوک کریگا۔ اور یہ اس کی اپنی ترقی کا باعث ہوگی۔ ویاس جی کا یہ قول ہے۔ کہ جس کو انسان پیدا نہیں کرسکتا۔ اس کو مارنے کا حق بھی اسے حاصل نہیں۔ اس لئے اہنسا دھرم ہی ہم بھگوان ویاس کے پر اُپکاروں اور احسانات کو کبھی بھول نہیں سکتے۔

اوم شم

گورکھ ناتھ نندہ

اوم

مہرشی وید ویاس جی مہاراج اور اُنکی تعلیم

از ماسٹر:- شنکر لال جی بھٹناگر بی۔ اے

ہندو دھرم آج بھی اُسی شان وشوکت سے ممتاز ہے۔ جو اُسے مہاراجہ بکرماجیت۔ مہاراجہ رام چندر اور مہاراجہ ہرلشچندر کے زمانۂ عروج میں حاصل تھی۔ کتنے انقلاب اسکی چھاتی پر سے گذرے لیکن اُس نے کوئی نمایاں تبدیلی محسوس نہ کی۔ بُدھ مت اور مسلمانی مذہب نے اس کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ یہاں ناستکوں اور دہریوں کا راج بھی ہُوا۔ مگر ہندو دھرم کی آب و تاب وہی رہی۔

اگرچہ اکثر لوگ جن کو پرماتما نے ہندو دھرم میں پیدا کیا تھا۔ اپنی نافہمی یا غلطی سے دھرم بدلتے رہے لیکن ہندوؤں کے مجموعی اعتقادات میں کبھی کوئی فرق نہ آیا۔ اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ وید ویاس جی نے ہندو دھرم کو گیان کے اس بحرِ ناپیدا کنار سے سیراب کیا ہے۔ جسکی تعلیم و تلقین اب بھی روز روشن کی طرح ہر کس و ناکس کو فائدہ پہنچا رہی ہے۔ انہوں نے دھرم کے ایسے سیدھے سادے اُصول منضبط کئے ہیں۔ جن کا اثر اب بھی بچے بوڑھے عورت مرد۔ راجہ رنک و امیر و غریب پر ایسا یکساں پڑتا ہے۔ جس کو وہ کسی صورت میں بھی فراموش نہیں کرسکتے۔

وید ویاس جی کا اصل نام کرشن ہی تھا اور جمنا کے ایک دویپ (جزیرے) میں پیدا ہونے کے باعث آپ کو دوی پائن بھی کہتے تھے۔ بعد میں چونکہ انہوں نے وید کی رچاؤں کو یکجا جمع کرکے کتابی شکل میں مرتب کیا۔ اس لئے اِن کا نام ... وید ویاس زبان زدِ خلائق ہوگیا۔ وید ویاس جی کسب کمال۔ علوم و فنون اور جپ تپ کے برابر آج تک کوئی بھی شخص عالم ظہور میں نہیں ہُوا۔ وشنو پران کے قول کے بموجب اب تک ۲۸ منونتر ہو چکے ہیں۔ اس لئے اِن میں کرشن دوپائن اٹھائیسویں ویاس سمجھے جاتے ہیں۔ وید ویاس جی نے رگ۔ شام۔ اتھروا اور یجروید کو مرتب کیا۔ اُنکی کُل رچائیں جو مختلف رشیوں پر پرماتما نے پرگٹ کی تھیں اور بعد میں مختلف رشیوں کے نوکِ زباں تھیں۔ اُنکو وید ویاس ہی کتب کی شکل میں لائے اور اس طرح آپ نے ہندوؤں پر ایسا

عظیم الشان احسان کیا۔ جس کو وہ کبھی بھی نہ بھول سکیں گے۔"

وید ویاس نے اپنے ویدانت شاستر کی مدد سے ہندو جاتی کو اصلی آتم گیان کے نور سے منور کیا۔ اور آپ نے ہی مہابھارت رچ کر پراچین اتہاس کے واقعات سے عوام ہند کو واقف کر کے قدیم تاریخ کو روشن کیا۔

وید ویاس جی نے اٹھارہ پُران تحریر کر کے پراچین زمانہ کی تہذیب۔ ترقی۔ کمال۔ علوم و فنون۔ اصول زندگی دہرم۔ تمدن۔ اخلاق۔ علم۔ فلسفہ۔ تاریخ اور مختلف زمانہ کے کرسی نامہ پر روشنی ڈالی۔"

اٹھارہ پُرانوں کے نام

یہ ہیں۔ (۱) برہم پُران۔ (۲) پدم پُران۔ (۳) وشنو پُران۔ (۴) دیوی پُران۔ (۵) بھاگوت پُران۔ (۶) نارد پُران۔ (۷) مارکنڈے پُران۔ (۸) اگنی پُران۔ (۹) بھوشیہ پُران۔ (۱۰) برہم دیورت پُران۔ (۱۱) لنگ پُران۔ (۱۲) وراہ پُران۔ (۱۳) سکند پُران۔ (۱۴) وامن پُران۔ (۱۵) کورم پُران۔ (۱۶) متسیہ پُران۔ (۱۷) گرڑ پُران۔ (۱۸) برہمانڈ پُران۔

ان جملہ تصانیف میں وید ویاس جی کا کمال اس امر میں ہے کہ وہ انسان کے ہر دو طبقات یعنی بھلے اور بُرے دونوں کا ذکر نہائیت صریح اور واضح طور پر کرتے ہیں۔ اُنکی دلائل اُنکے واقعات اور اُنکے نتائج عام ہندوؤں کی خاص خوبیوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ان میں مختلف واقعات پر اُپدیش دیکر آپ نے عوام کو روشن خیال بنانے کی بھی ہر طرح سعی و بلیغ کی ہے جسکی بدولت ایک دوبار بھی کے دل پر ان کا امٹ اثر ہوتا ہے۔ اور یہی ان کا کمال ہے۔ جو ہندوؤں کو ہزاروں بلکہ لاکھوں سالوں سے زندہ رکھ رہا ہے۔ وید ویاس جی کی تصانیف کے صفحہ صفحہ سے یہی سبق ملتا ہے۔ کہ جگیاسو بتدریج ترقی کرتا جائے۔ عیوب سے پاک رہے۔ سب کی نیکی اور خوبیوں کا اعتراف کیا کرے۔ اس سے اُسے اپنی اس زندگی میں کامیابی۔ ترقی اور عروج حاصل ہوگا۔ اور آئندہ جنموں میں اُسے وسائل ترقی کی سہولیت۔ کمال کی اُمید۔ دلی خوشنودی شانتی۔ امن۔ اور اطمینان میسر ہونگے۔ انسان جو کام بھی کرے۔ جو خیال کرے۔ جو بات زبان سے نکالے اُسکو نبھائے اپنی ناکامیابی پر شرمندہ اور نراس نہ ہو۔ اور نہ اپنے آپ کو لاچار و مجبور خیال کرے۔ نہ کبھی کوئی چند روزہ حاصل کرنے کی کوشش میں دائمی مصائب۔ خفت اور بیکسی کا شکار ہو۔

وید ویاس نے تاریخی واقعات کی تمثیلات پیش نظر رکھتے ہوئے مسافت دُنیا کے مسافر کو یہ بتلایا ہے کہ کس طرح ایک کم فہم انسان لالچ کے پھندوں میں پھنس جاتا ہے۔ اور اُسے کن کن آزمائشوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ساتھ ہی اسکے آپ نے مختلف تاریخی واقعات کے ذریعے یہ بھی پتھر کی لکیر کی مانند پختہ کر دیا ہے۔ کہ کس طرح ایک ذی عقل انسان اپنی زندگی کے اصول ہر وقت۔ ہر شخص۔ ہر واقعہ۔ ہر کرم۔ اور ہر دہرم کے متعلق بنا لیتا ہے۔ قدم قدم پر وچار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ اور وہ کس طرح سہل۔ قابل تعریف اور قابل پیروی طریق سے زندگی بسر کرتا ہوا اس درجہ کمال کو حاصل کر لیتا ہے۔ جس پر پہنچکر یہ لوک اور پرلوک دونوں ہی اس کے چرنوں پر نچھاور ہوتے ہیں۔ اور بڑے سے بڑے راجہ مہاراجہ۔ سرکش۔ مغرور اور شہزور و پیر سال اس کے روبرو سر تسلیم خم کرتے ہیں۔"

وید ویاس کی تعلیم

اور آپ کی تعریف و توصیف آپ کی تصنیفات کے لفظ لفظ سے ظاہر ہے۔ جن میں سے چند اقتباسات ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔ "

پرماتما کے متعلق وید ویاس نے یہ ظاہر کیا ہے کہ ایک برہم ہے۔ اور دُوسرا کوئی نہیں۔ وہ اندریوں کی پہنچ سے باہر ہے عقل، ذہن، تصور اور قیاس کی پہنچ سے بہت بُلند ہے۔ وہ انرو چنیہ (ناقابل بیان) اچنتیہ (ناقابل خیال) ہے۔ زبان اسکی تعریف اور حمد نہیں کر سکتی۔ یہاں تک کہ وید شیش، شاردا، رشی، مہرشی سب ہی اس کے بیان سے قاصر ہیں۔ وہ اروپ (بے شکل و صورت) ہے۔ اناام (بے نام) ہے۔ اور دیش وکال (مکان و زمان) کی قید سے آزاد ہے۔

شری ویاس جی ہدیۂ عقیدت

شری روشن لال صاحب
روشن پٹیالوی بی۔ اے "

گمرہوں کے ہیں زمانہ بھر میں رہبر ویاس جی
مخزنِ مہر و وفا، مجموعۂ صدق و صفا
جس کی بُو نے کُل زمانہ کو معطر کر دیا
رات دن رہتے تھے وہ دردِ وطن سے بیقرار
جس نے مخمورِ محبت کر دیا ہر ایک کو!
نیچ سے بھی نیچ، ٹھکرائے ہوئے انسان کو
رام ہوتے تھے جسے سُن کر قلوبِ دُشمناں
کیوں نہ ہمکو ناز تحریروں پہ اُنکی ہو؟ کہ جب
دیکھ کر گیتا کے پاکیزہ اچھوتے گیان کو
کر دیا کافور، تنویرِ حقیقت سے اُسے
اُن کو کوشش ہائے پیہم پر تھا پُورا اعتماد
حشر تک بھی ہم اُنہیں دل سے بھلا سکتے نہیں

مطلعِ قومی کے ہیں رخشندہ اختر ویاس جی
عام انسانوں سے ہیں بالا و برتر ویاس جی
گلستانِ ہند کے ہیں رنگ تر ویاس جی
نورِ حقیقت سر بسر تھے قلبِ مضطر ویاس جی
بادۂ اُلفت کے تھے پُر کیف ساغر ویاس جی
اپنے سینے سے لگا لیتے تھے لیکر ویاس جی
اس فصاحت سے دیا کرتے تھے لیکچر ویاس جی
علمیت اور قابلیت کے تھے پیکر ویاس جی
عالم و فاضل ہیں دُنیا بھر کے ششدر ویاس جی
چھائی تھی جو تیرگیٔ کفر دل پر ویاس جی
اس لئے تھے دُشمنِ چرخِ ستمگر ویاس جی
کر گئے ہیں اسقدر احسان ہم پر ویاس جی

کیا تھا بھارت ہے روشن ؟ معدنِ علم و فنون
راز سربستہ نہ گئے پھر جس کے اندر ویاس جی

اوم اوم

بدھیہ نگر کا راجہ

بدھیہ نگر کا راجہ جنک نہایت زیرک اور دلیر آدمی تھا۔ خوش اقبالی ہمیشہ ساتھ رہتی تھی۔ اور بد اقبالی دور۔ اہل احتیاج کے حق میں وہ کلپ برکش تھا۔ اور دوستوں کے گلہائے آفتاب کے حق میں آفتاب درخشاں۔ موسم بہار میں ایک روز اپنے پھول اور پھلوں سے لدے ہوئے باغ میں اس طرح سیر کو گیا۔ جس طرح راجہ اندر نندن بن میں گلگشت کو جایا کرتا ہے۔ اور نوکروں کو دور ٹھہرا کر کے تنہا ہی چمن میں گشت کرنے لگا۔ یہاں درختوں کے ایک جھنڈ میں کچھ سدھ بیٹھے تھے۔ یہ مہاتما لوگ پہاڑوں کی گپھاؤں میں تنہا رہنے والے تھے۔ اور آپس میں گیان دھیان کی باتیں کر رہے تھے ضمناً ایک ایک مہاتما نے مندرجہ ذیل ایک ایک شلوک پڑھا۔

سدھ گیتا

۱۔ ناظر و منظور کے وصل سے جس آنند کی کیفیت کا نفس میں یقین ہوا کرتا ہے۔ اور جو کیفیت ہمارے ہی آتما میں سے اٹھا کرتی ہے۔ اسی بے حرکت آتما کی ہم اپاسنا کرتے ہیں۔

۲۔ ناظر و منظور و نظر تینوں کو مع واسنا چھوڑ کر اس گیان کے پہلے چمکارے کی ہم اپاسنا کرتے ہیں جو ہمارا آتما ہے۔

۳۔ ہست و نیست دونوں پہلوؤں کے بیچ میں جو ہمیشہ رہتا ہے۔ اور تمام انوار کو چمکاتا ہے۔ ہم اس آتما کی اپاسنا کرتے ہیں۔

۴۔ جس کے شروع میں "ہ" ہے۔ اور آخر میں "س" (ہنس منتر) جو تمام صورتوں میں جاگزیں ہے۔ اور "سوہم" یعنی میں وہ برہم ہوں کا نعرہ ہمیشہ سناتا رہتا ہے۔ ہم اس آتما کی اپاسنا کرتے ہیں۔

۵۔ گھر کے ایشور یعنی آتما کو چھوڑ کر جو اور دیوتاؤں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وہ چنتامنی کے ہاتھ میں آتے ہوئے بھی معمولی جواہرات کی خواہش کرتے ہیں (چنتامنی وہ جواہر ہے کہ جس کو ہاتھ میں لے کر جو مراد مانگو وہی مل جاتی ہے)

۶۔ تمام آرزوؤں کو چھوڑ کر آتما کی اپاسنا کا پھل یہ ملتا ہے۔ کہ ہوس کی زہریلی بیل کی جڑیں کٹ جاتی ہیں۔

۷۔ آغاز و انجام دونوں میں بے مزا جانکر بھی جو بار بار لذتوں میں ہوس کرتا ہے۔ وہ محض گدھا ہے کیونکہ گدھا ہی بے مزا گھاس روز چرتا ہے۔ مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔

۸۔ اندریوں کے دشمن جب اٹھیں فوراً تمیز کا ڈنڈا انہیں یوں مارو جس طرح پہاڑ جب اٹھتے تھے تو راجہ اندر ان پر بجر مارتا تھا۔

۹۔ ہاتھ سے ہاتھ مسل کر دانت سے دانت پیس کر اور اعضا سے اعضا کو دبا کر آدمی کو چاہئے کہ اول اپنے من کو جیتے۔

مہرشی وید ویاس جی کی تصانیف اٹھاراں پوران



پورانک ودّیا

منشی پنڈت ... لال ورمن صاحب



سمندر میں جہاں موتی و مونگے ہوتے ہیں. وہاں سمندر جھاگ اور کوڑی سنکھ وغیرہ بھی کثرت سے رہتے ہیں. اگر یہ سب نہ ہوں تو سمندر کی مکمل حالت میں فرق آتا ہے کیونکہ وہ ہر ایک شئے کا مخزن ہے. اور اُسکی بزرگی کچھ اسی بات میں ہے. کہ اُسمیں سب کچھ موجود ہے تو جو لوگ جس شئے کے ادھکاری ہیں. وہ اپنی اپنی ضرورت کے سامان اُس میں اور اس سے پا سکیں. سارے انسان نہ کبھی ایک مزاج کے ہوئے اور نہ کبھی ہوں گے سب کے طبایع اور سب کے مزاج فطرتاً جُدا جُدا ہیں! اختلاف قدرت کی جان ہے اور قدرت کی خوبصورتی بھی اسی بات میں ہے. کہ اس میں گوناگوں نظارے نظر آتے ہیں. اس دُنیا کی رچنا مرکب ہے مفرد نہیں ہے! اور اس لئے مرکب رچنا میں رہتے ہوئے مفرد چیز کی اُمید رکھنا ایک صریح غلطی ہے. جسم کی خوبصورتی کچھ اسی بات میں ہے. کہ اُس میں ہاتھ پاؤں کان ناک سب رہیں. سارے جذبات اور محسوسات وقت وقت پر اپنا تماشہ دکھا دیں. اور جو جیسی نگاہ رکھتا ہے. وہ اُسی کے موافق اپنا کام کرے. اور اُسکے وسیلہ سے سچائی تک پہنچنے کی تدبیر ڈھونڈے. ہندو پوران جنکی نسبت آجکل اس زور شور سے لعن طعن کی صدا بلند کی جا رہی ہے. در اصل اپنے تمام اختلافات کے سلسلہ میں خاص قسم کی روحانی تعلیم کا اہتمام کرتے ہیں. اور ہر قسم کے متلاشی و محقق کیلئے ضروری سامان مہیا کیا کرتے ہیں. مانا اُن میں بہت سی باتیں ایسی ملینگی جو خاص خاص طبیعتوں کے لئے ناخوشگوار ثابت ہوتی ہیں. مگر اس سے ہرج ہی کیا ہے. گلدستہ میں پھول پتے کانٹے اور گھاس تک کے تنکے ہوتے ہیں! اور یہ سب بہیئت مجموعی خوبصورتی کا تماشہ دکھاتے ہیں. اگر تم کو کانٹے سے رغبت نہیں ہے. تو نہ سہی مگر پھول کی خوشبو اور اُس کی پنکھڑیوں کی خوبصورتی کی طرف سے کیوں آنکھ میچتے ہو. یہ تمھاری صریح غلطی ہے. اور اس غلطی کی وجہ سے نہ صرف تم اصلیت کی زیارت سے محروم رہ جاتے ہو. بلکہ زندگی اور زندگی کے مختلف طبقات کے مقاصد اُنکی اغراض سے ناواقف و نادان بن رہے ہو. تم کو چاہیے تھا کہ ہر شئے کو اسکی خصوصیت کے نقطۂ نگاہ سے دیکھتے اور ایک ایک پہلو کی طرف نگاہ ڈالکر محظوظ و شاد کام بنتے. یہ تو تم سے نہیں ہوتا. ناحق نکتہ چین اور عیب بین بن کر دل کو نفرت و کراہیت کا مخزن بنا لیتے ہو اور انسانی اخلاق سے ہاتھ دھو کر بد اخلاق بن جاتے ہو. جو لوگ پورانوں کے نام سے خواہ مخواہ چڑھتے ہیں اُن میں زیادہ تر تعداد ایسے آدمیوں کی ہے. جنہوں نے نہ تو کبھی پورانوں کا مطالعہ کیا اور نہ اُنکے طرز بیان سے آگہی حاصل کی. ان میں فیصدی ننانوے آدمی ایسے ملینگے جنہوں نے پورانوں کے قصے و کہانیوں تک کو سنا تک نہیں اور پھر بھی وہ بڑی جرأت کیساتھ اُنکی شکایت کیا کرتے ہیں. کیا یہ شکایت جائز اور مناسب ہے؟

دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جو تین باتوں سے خالی ہو. اول کرم کانڈ. دوم فلسفہ. سوم بزرگوں و دیوتاؤں کی کہانیاں. یہ تین باتیں دراصل مذہب کے زبردست رکن ہیں. ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو غیر ضروری ہو. کرم سرشٹی کا اُصول ہے اگر کرم نہ ہو تو سرشٹی نہیں ہو سکتی کرم دو قسم کے ہوتے ہیں. ایک تو کرم کا وہ عالمگیر اُصول ہے جسکے ماتحت اور جسکے سلسلہ میں خلقت

کا کاروبار ہو رہا ہے۔ دوسرا خاص خاص فردیت و شخصیت کا خاص کرم۔ افراد کے لحاظ سے دوسری قسم کے کاموں میں اختلاف رہتا ہے۔ اور اختلاف ہونا بھی چاہیئے۔ مگر یہ کرم بھی اُس عالمگیر کرم کے قانون کے تابع ہے۔ جو متحرک بن کر کائنات کا کام کر رہا ہے اگر دنیا کی مخلوق اس اصول کو سمجھکر کام کریں۔ تو اس کو نہ صرف دُکھ اور بندھن سے نجات ملے۔ بلکہ وہ سُکھ اور موکش کیساتھ سرشٹی کے غرض کی تکمیل میں معاون بنے رہیں۔ مگر کبھی کبھی ایسا نہیں ہوتا۔ انسان بالخصوص جب کبھی اپنی شخصی انانیت کو بے جا اہمیت دینے لگتا ہے۔ نقص واقع ہوتا ہے۔ اور اسی نقص کے دور کرنے کے لئے پھر اسکے لئے ایسے کرموں کی تلقین امر لازمی بن جاتی ہے۔ جو اسکو پھر از سر نو عالمگیر کرم کے قانون کے رشتہ سے باندھ دے اور اسکے عیب دور ہو جائیں۔ اگر وہ انانیت کا شکار نہ بنے تو پھر ان خاص کرموں کے بتانے اور کرانے کی ضرورت کبھی لاحق نہو۔ دوا اس شخص کو پلائی جاتی ہے جس کو بیماری، اور جس نے صحت کے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ اگر وہ قدرتی زندگی بسر کرتا تو اس کو کڑوی اور کسیلی دوا کیوں دی جاتی۔ اس سرشٹی کی مشابہت ایک انجن سے دیجا سکتی ہے جس کے بے شمار پرزے رہتے ہیں۔ اور جو انجن کی حرکت سے متحرک رہ کر اپنا کام کرتے ہیں۔ اور انجن یا کل کی غرض کی تکمیل کرتے ہیں۔ اگر سارے پرزے اس اصول پر کام کریں تو کیا کہنا ہے۔ مگر جب کبھی کسی پرزے میں نقص آجاتا ہے۔ انجینئر کا ہتھوڑا برسنے لگتا ہے اور جب وہ درست ہو کر اپنا کام کرنے لگتا ہے۔ کل پھر درست میں آجاتی ہے۔ یہ سب انتظام کا [illegible] کل کے پرزے ہیں۔ پرزوں میں کثرت و اختلاف کا نظارہ ہے مگر انجن یا کل کی درشٹی سے [illegible] وحدت ہے۔ اسی طرح برھمانڈ میں ہر جگہ کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت کا ظہور ہے۔ کوئی ایسی شئے یا ایسی مخلوق تم نہ دکھا سکوگے جو وحدت و کثرت کی جھلکتی ہوئی تصویر نہ ہو۔ تمہارا جسم خود اس کا بہترین نمونہ ہے۔ تمہارے جسم کے ایک ایک عضو میں یہی اصول ہر جگہ کام کرتا ہوا نظر آئے گا۔ ذرہ ذرہ میں یہی قانون لجھا ہے۔ اور چونکہ ان سب کے کرم مخصوص ہیں۔ اس لئے وہ اپنے اپنے کام ہی کرتے رہتے ہیں۔ اور ساتھ ہی وہ بڑا کام بھی جو انکی ذات سے کہیں بڑا ہوتا ہے۔ جسکے لئے جسم عضو یا کل برھمانڈ مخصوص ہے۔ کرم کانڈ کی اصلی غرض صرف یہ ہے۔ کہ سب کرم کے اصل قانون کو سمجھکر اس سے کبھی اپنے آپ کو الگ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ قدرت علیحدگی کی مخالف ہے۔ یہ علیحدگی صرف خیال میں ہے۔ اور وہ فرضی انانیت اور میرے تیرے پنے سے پیدا ہوتی ہے اور اسی میرے تیرے پنے کی مکروہ عادت کے دور کرنے کیلئے خاص قسم کے کرم کی تعلیم کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ کرم کانڈ ہے۔

فلسفہ دراصل اسی کرم کے سبب اور نتائج کے انکشاف کی بدیہی و صریحی کوشش ہے۔ وہ قدم قدم پر یہ بتاتا ہے۔ کہ کیوں کرم کیا جائے۔ اس سے کیا مقصود ہے۔ کرم کرنے والوں کا کرم کے ساتھ اور اس خاص آدمی کا ان کے ساتھ تعلق کیا ہے سرشٹی کیا ہے اور اسکی غرض کیا ہے۔ کیوں سرشٹی ہوتی ہے۔ اس کا محرک کون ہے۔ تمہارا اس کے ساتھ کیا سمبندھ ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان سب سوالوں کا جواب فلسفہ ہے۔ اس فلسفہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عملی دوسرا نظری۔ نظری فلسفہ وہ ہے جو انسان کو باریک بین اور وسیع نظر بنا کر سبب اور نتیجے کی وضاحت کے ساتھ صراحت کر دیتا ہے۔ اسکا تعلق صرف ایسے آدمیوں سے ہے اور وہ صرف ایسے آدمیوں کیلئے مخصوص ہے۔ جو فطرتاً صاحب غور و تمیز ہیں اس قسم کے وجود کم ہوتے ہیں اسلئے گیانیوں کی بہت تعداد نہیں ہے۔ دوسرا عملی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے سے بہتر شخصوں پر وشواس کرکے اور اُسکی زبان سے اصلیت کے سبق پڑھکر عمل و شغل سے کام رکھے۔

اور بتدریج قلب کی صفائی کے ساتھ روحانی عروج کی تمنا رکھتا ہوا مقام آخری تک واصل ہو۔ جہاں سے اصلی مخزن کے ساتھ اُسکی جُدائی ہوئی تھی۔ اور پھر وہ اس سے ایک ہوکر سرشٹی کے غرض کی تکمیل کا معاون بن جاوے۔ پہلی قسم کو گیان اور دوسری کو یوگ کہتے ہیں۔ اس یوگ میں بھگتی اور اُپاسنا کا شمول ہے۔ مگر گیان و یوگ دونوں کے معراج ایک ہی ہیں۔ ان میں ذرا بھی فرق نہیں ہے۔ ان کو تم چاہے جتنے مدارج میں تقسیم کرتے چلے جاؤ۔ یہ تم کو اختیار ہے۔ مگر آخر میں تم کو تسلیم کرنا ہی پڑیگا۔ کہ یہ صرف دو ہی طرح کے ہیں۔ ایک کو ان میں سے گیان مارگ کہہ سکتے ہو۔ جو خالص گیان ہے اور جسکی تعلیم اُپنشد اور ویدانت وغیرہ کرتے ہیں۔ دوسرا بھگتی مارگ ہے۔ جو بھگتی اُپاسنا سے مخصوص ہے اور جسکی تعلیم پوران دیتے ہیں۔

مذہب کا تیسرا رکن بزرگوں کی کہانیاں اور دیوتاؤں کے قصّے وغیرہ ہیں۔ انکا مقصد صرف اتنا ہے کہ کرم کرنے والوں کے سامنے عملی مثال قائم کیجائے۔ تاکہ خارجی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ کہ کرم کس طرح کیا جاتا ہے۔ بسا اوقات عملی مثال کتابوں کے نوشتہ جات اور زبانی تقریروں سے زیادہ موثر ثابت ہوتی ہے۔ اگر یہ مثال کسی انسان کو اُسکی زندگی میں نظر آجائے تو وہ اور بھی اثر پذیر ہوتی ہے۔ مریادا پرشوتم پرشوں کے روزانہ واقعات کا انسان کے دل میں گہرا اثر پڑتا ہے۔ اور وہ بغیر کہے سُنے دھرم کی راہ پر چلنے کا خواہشمند ہوجاتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ دھرماتما بن جاتا ہے۔ لیکن دنیا میں ایسا زمانہ بھی آتا رہتا ہے جب ایسے پاک وجودوں کا ظاہرا الحجاد ہوجاتا ہے۔ اس وقت اُن کے زندگی کے روایات و قصّہ کہانیاں کسی نہ کسی قدر انسان کو سچائی کے راہ پر قائم رہنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ اور اُنکو بتلایا جاتا ہے۔ کہ تم کو اس کام کرنے کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ فلاں بزرگ نے ایسا کیا ہے اور وہ اس کو مان چلتے ہیں۔ اور دھرم کی راہ کو نہیں چھوڑتے۔ ان روائتوں کو واقعی وہ رتبہ حاصل نہیں ہے جو عملی مثال کو ہے۔ کیونکہ عملی مثال کی مضبوطی اسمیں نہیں ہوتی۔ تاہم یہ منزل پر چلانے کی یقینی مثال ہیں۔ اور ان نشانات کو دیکھ کر طبیعت ٹھہرائے ہوئے انسان کو تشفی و تسلی ملجاتی ہے اور وہ جادہ طریقت سے منحرف نہیں ہوتا۔ مہابھارت میں ایک موقع پر یکش یودھشٹر سے سوال کرتا ہے کہ دھرم کیا ہے۔ اُسکا جواب کچھ تامل کے بعد یودھشٹر مہاراج ان لفظوں میں دیتے ہیں۔ "شرتی میں اختلافات ہیں۔ سمرتی میں اختلافات ہیں ایسے رشی بھی نہیں ہیں۔ جو کسی بات پر متفق الخیال و متحد الخیال نظر آئیں۔ دھرم کا سمجھنا بہت مشکل ہے اسلئے اے یکش! جس راہ پر بڑے بڑے پُرش چلے ہیں۔ وہی دھرم ہے"

یہ طریقہ جیسا کہ اس وقت ہماری نشست ہے تعلیم کا طریقہ ہے۔ انسان تعلیم و تلقین کا بہت محتاج ہے۔ کیونکہ اسکا علم بیشتر اپنے بزرگوں کے تعلیم اور عملی مثال سے حاصل کیا جاتا ہے لڑکا اپنے بزرگوں کو جو کچھ کرتے دیکھتا ہے یا انکو کہتے ہوئے سُنتا ہے وہ خود بخود کرنے لگ جاتا ہے۔ کتابیں بطور خود کیا ہیں یہ بھی بزرگوں کے مشاہدات اور تجربات کی کہانیاں ہیں ہم سب مجبور ہیں۔ کہ اُنکے علم اور معلومات کی وراثت کا حق حاصل کریں۔ کیونکہ یہ بھی ایک طریقہ ہے جس سے علم حاصل کیا جاسکتا ہے۔

پورانوں میں یہ تینوں باتیں بڑی خوبصورتی کے ساتھ آگئی ہیں۔ وہ نہ صرف کرم کانڈ ہی کے معلم ہیں بلکہ اُنکے یہاں گیان و بھگتی و کرم وغیرہ ساتھ ساتھ اپنا سبق پڑھاتے ہیں یہ اہتمام اور کسی قسم کے لٹریچر میں کہیں بھی نہیں ہے۔

پوران حقیقت کے سمجھانے کی نہایت معقول موثر اور خوبصورت کوشش ہیں اور ہم کو ماننا پڑتا ہے کہ کسی زمانہ میں وہ اس کوشش میں بہت کامیاب ہوئے تھے۔ یہ خاص وقت کے مخصوص مذہبی لٹریچر ہیں۔ اُنکو محض فرضی ناول نہ سمجھنا وہ بالکل من گھڑت کہانیاں

ہیں بلکہ ان میں اصلیت ہے اور وہ ایک خاص وقت کے خاص خیالات کو پیش نظر رکھکر لکھے گئے ہیں" ہر وقت کا لٹریچر خاص قسم کا ہوتا ہے۔ خاص وقت میں انسان کی ضرورتیں بھی خاص طرح کی ہوتی ہیں۔ اور اُسکے خیالات بھی خاص قسم کے ہوتے ہیں۔ موقع بینی انسان انسانی جذبات کے رُخ کا مطالعہ کرتے ہوئے اُنکو ویسے ہی تعلیم دیتے ہیں جسکو وہ قبول کریں۔ اور یہ مقدس پران اسی طرح تالیف و تصنیف ہوئے تھے وہ وقت بدل گیا۔ وہ زبان نہیں رہی۔ وہ جذبات نہیں رہے اب اُدھر لوگوں کی طبیعت کمتر مائل ہے۔ مگر اس کے معنی یہ تو نہیں ہیں کہ اُنکے قیمتی خدمات کا اعتراف نہ کرتے ہوئے ہم ناحق اُن کو لعنت ملامت کا آماجگاہ بنادیں۔ ہم کو دیکھنا چاہیے کہ جس وقت اس خاص تعلیم کا رواج تھا۔ اگر ایک مرتبہ بھی ہم اس بات کو ذہن نشین کرلیں تو پران سے ہم اتنے مفید و کارآمد سبق سیکھ سکتے ہیں۔ جو کہ ہم کو اور کسی جگہ نہیں مل سکیں گے ؛

ابھی بہت دن نہیں گذرے جب ہم اردو کے بعض بعض قصوں کی کتابوں کو بڑے شوق کیساتھ پڑھتے تھے۔ مگر بیس۲۰ برس سے زیادہ نہیں ہوئے اب نہ تو اُس زبان کو اچھا سمجھتے ہیں نہ اُن کتابوں کے ساتھ اُنس ہے۔ اب نئی نئی تالیفات و تصنیفات کا عہد ہے۔ اور جس طرح دُنیا کے مختلف حصوں کے باہمی تعلقات میں وسعت آتی جاتی ہے۔ ویسے ہی نئے نئے خیالات کا رواج ہو رہا ہے۔ یا یوں کہو کہ پورانے خیالات نئے لباس پہن کر ہمارے سامنے آتے جاتے ہیں۔ کیا تھا۔ کیا ہوگیا یہی تبدیلی ہمیشہ مذہبی دُنیا میں بھی ہوا کرتی ہے۔ اگر اس وقت پورانوں کا ملک میں رواج نہیں رہا تو اس کا مضائقہ نہیں۔ مگر غلطی یہ ہو رہی ہے۔ کہ بعض و غلط فہمی کیوجہ سے اُس مقدس لٹریچر کی جڑ میں اس طرح کلہاڑی مار رہے ہیں۔ کہ جسکو دیکھکر افسوس ہوتا ہے۔ پُران معمولی کتابیں نہیں ہیں نہ اُنکے بیانات معمولی ہیں۔ اُنکے قصے بھی خاص طرح کی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے بعض بعض پورانوں کی زبان اس قدر شستہ۔ پاکیزہ اور دلچسپ ہے کہ پہلے کبھی کبھی ان سے زیادہ خوبصورت کتابوں کی ترتیب کا کسی کو موقع نصیب نہیں ہوا تھا۔ انکی شاعری غضب کی ہے۔ انکے النکار و استعارات کی تصویریں نہایت ہی حیرت انگیز ہیں۔ اور اسلئے وہ خاص طور پر عزت کے ساتھ مطالعہ کئے جانے کے مستحق ہیں۔ تاکہ ہم کو موقع نصیب ہو تاکہ اُنکی مدد سے موجودہ نسل کے آدمیوں کو اپنے قدیم بزرگوں کے بیش بہا خیالات کی میراث عطا کرتے ہیں۔

پُرانوں میں مقدس قصوں کے سلسلہ میں جن قابل تعظیم دیوتاؤں کی تصویریں کھینچنے کا اہتمام ہے وہ بالکل فرضی بھی نہیں ہیں۔ بلکہ کچھ اصلیت رکھتی ہیں۔ لکھنے والوں کی نگاہ کے سامنے وہ تصویریں خیالی طور پر موجود تھیں۔ وہ اُنکا اہتمام کرتے تھے۔ کیونکہ جن کا پورانوں میں بیان ہے۔ وہ برھمانڈ میں خاص حیثیت رکھتے ہیں اور اپنے اپنے منڈل میں اُنکا روپ محیط بھی ہے۔ اگر تم اُنکو نہیں دیکھ سکتے تو یہ تمہارا قصور ہے۔ رُوحانی آنکھ جبتک کھلا نہ ہو تب تک کوئی شخص روحانی نظارہ نہیں دیکھ سکتا۔ یہ بالکل غیر ممکن ہے۔ پُرانوں پر ہی کیا مخصوص ہے۔ ہندوؤں میں ہمیشہ لطیف خیال کی کثیف لفظوں میں تصویر بنانے کا ہر جگہ اہتمام کیا گیا ہے۔ ایسے انسان کم ہیں جو لطافت کے مضمون کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں یہ سمجھ صرف معدودے چند آدمیوں کو حاصل ہے۔ اور اس لئے جو دُور اندیش سمجھ توجہ رکھنے والے اور انسانی ضروریات سے باخبر ہیں۔ وہ لطیف شکل کو کثیف صُورت میں منتقل کرنے کی تدبیر سوچتے ہیں۔ تاکہ ہر شخص کسی طرح اصلیت کو جاننے کے قابل بنے۔ ہمارے یہاں راگ و راگنیوں تک کی تصویر بنائی گئی ہے اور یہ تصویر فرضی نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح وہ ادا کی جاتی ہے۔ وہ قدرت میں موجود رہتی ہے علم موسیقی کے دیوتا

اپنی خاص صورت رکھتے ہیں۔ اور اگر تم گانے والے کے لفظوں کے روح میں داخل ہو کر دیکھ سکتے ہو تو اس کے ادا کرنے پر وہ خط و خال وہ رنگ و روپ جس کا لفظی نقشہ باندھا گیا ہے تمکو بآسانی نظر آ سکیگا۔ اور تم کبھی اعتراض نہ کر سکو گے۔ اس نظر سے جہاں تمکو پرانوں کے مضامین کے متعلق بزرگوں کی کہانیاں روایات استعارات و النکاروں کے بیانات اور معمولی انسانوں کے مذہبی جذبات کے اظہار نے کی کوششوں کی نگاہ سے دیکھنے کا حق ہے۔ ساتھ ہی تم انکو براہ دیگر قدرتی تعلیم کا معقول سلسلہ بھی کہہ سکتے ہو۔ ان میں یہ اہتمام مد نظر رکھا گیا ہے کہ جن لوگوں کے مزاج میں ابھی تک بچوں کی سی سادگی ہے اور عقلی قویٰ اتنے نشو و نما نہیں پا چکے ہیں وہ مذہب کے مفاد سے محروم نہ رہ جاویں اور بتدریج انکے روح کا رخ ترقی کی جانب مائل رہے۔

انسان اس دنیا میں خاص قسم کا وجود ہے۔ اس میں خلقت کے تمام مدارج شامل ہیں۔ کائنات کا کوئی بھی نقشہ یا کسی طبقہ کا حصہ ایسا نہیں ہے جو انسان کے جسم میں عکسی اور جزوی صورت میں موجود نہ ہو۔ انسان درخت ہے۔ اس کو تم درخت کہہ سکتے ہو۔ یہ الٹا درخت ہے۔ اس کی جڑ اوپر کی طرف ہے۔ پھر اس کی جڑ ہے سر کے بال جڑوں کے نس و ریشے ہیں اور سر ہی میں غذا کے جذب کرنے اور قدرت کے بھنڈار سے نمو و پرورش کے سامان حاصل کرنے کی طاقت موجود ہے۔ ہاتھ پاؤں اس کے وہ ٹہنے ہیں جو ٹہنیوں کی شاخوں میں اسی حیثیت سے نکلتے ہیں جس طرح درختوں میں پھول پھل ٹہنی کے خاص حصہ میں پیدا ہوتے ہیں ویسے ہی اس میں اہتمام ہے اس کا چمڑا درخت کے تنہ کے اوپر کا چھلکا ہے۔ چمڑے کے نیچے کا گوشت وہ گودا ہے جو چھلکے کے تلے رہتا ہے۔ اسکی ہڈیاں درخت کی ہیر ہیں۔ ہڈیوں کے اندر جو گودا ہے وہ ہیر کے اندر کے نس دار ریشے سے مشابہ ہے جیسے انسان کے جسم میں خون ہوتا ہے ویسے ہی درختوں کا عرق ہے۔ اسکے رگ و ریشے ہمارے نس و ناڑیوں کے بالکل مشابہ ہیں تم بلا خوف تردید اسکو الٹا درخت کہہ سکتے ہو۔ وہ سچ مچ الٹا درخت ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ اسکے نشو و نما کی حالت ذرا دگرگوں ہے۔ قدرت نے اس میں زیادہ قابل جیب حالت میں زندگی کے اظہار کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ متحرک ہے درخت غیر متحرک ہیں۔ مگر نقشہ و رنگ و روپ وہی ہے۔ کاش اگر تم شیوجی کے منڈمالا پر ذرا غور کرتے تو اسکے الٹے درخت ہونے کا تم کو پورا پورا یقین ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح انسان کے خاکہ میں حیوان جمادات معدنیات سورج چاند تارے سب کا نقشہ موجود ہے جو انسان میں اگر مکمل ہوتے ہیں۔ انسان کی صورت در اصل ویراٹ پرش کی صورت سے متماثل ہے اور یہ صورتیں جو برہما وشنو و مہیش کی بنائی جاتی ہیں۔ بالکل خیالی فرضی و وہمی نہیں ہیں۔ عیسائیوں کے انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔ وہ اس راز سے واقف نہیں ہیں کہ قدرت میں ویراٹ پرش کی ساکار صورت ہے۔ اس لئے وہ بطرز دیگر اسکی تشریح و تاویل کرتے ہیں۔ کاش اگر وہ ہندوؤں کے مقدس نوشتہ جات سے مدد لیتے اور خود قدرت کے کاروبار کا مطالعہ کرتے تو وہ اگر ایک طرف صلیبیت کی زیارت کر سکتے تو دوسری طرف پرانوں کے لاثانی تعلیم کے قائل ہوتے مگر ہم ان غریب عیسائیوں کو کیا کہیں جنہوں نے ابتداً پرانوں کے خوشہ چین بن کر اپنے مذہب کی بنیاد ڈالی اور پھر اس کو علیحدہ اور مختلف بنانے و دکھانے کی کوشش کی۔ افسوس تو ان ہندوؤں پر ہے جو پرانوں کی ناحق مٹی پلید کیا کرتے ہیں اور انکی جڑ پر کلہاڑی مارا کرتے ہیں۔ اسی طرح تم اگر پرانوں کو گہری نگاہ سے پڑھو تو تم دیکھو گے۔ کہ سوائے ویدوں کے باقی دنیا کے تمام مذاہب خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید انہیں پرانوں کے قصے کہانیوں سے پیدا ہوئے اور یہی وجہ ہے کہ وہ سب کے سب بلا مستثنیات

ان سے بھرے پڑے ہیں۔ جو لوگ مختلف مذاہب کے علم منقولات اور مقدس نوشتہ جات کا بغور مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ بہ آسانی ہم سے متفق الرائے ہو سکتے ہیں۔ جو نہیں جانتے اُن سے ہم کو بحث کرنے کی نہ طاقت ہے نہ لیاقت ہے اور نہ ہمارے پاس اتنا وقت ہے۔ کہ مغز پچی کریں۔ وقت آ رہا ہے جب سچے تحقیقات کرنے والے مغز معنی کو پہنچیں گے۔

انسان میں مختلف قسم کی طبیعتیں موجود ہیں۔ کوئی اُن میں بچہ ہے کوئی بالغ ہے کوئی بوڑھا ہے۔ بالغ اور بوڑھوں میں روحانی نقطۂ نگاہ سے بچپن کے اوصاف موجود رہتے ہیں۔ ان کو فلسفہ کے باریک مسائل کی سمجھ نہیں ہوتی۔ لاکھ کوشش کرو۔ مگر جب تک عقلی قوتیں مکمل نہ ہوں یہ باریک و لطیف مضمون کو نہ سمجھ سکیں گے۔ کیونکہ یہ بچے ہیں۔ بچوں کی تعلیم اچھی طرح کنڈر گارٹن سسٹم کے موافق ہونی چاہیئے۔ اُنکے ہاتھ میں گڈی و گڈے رکھو۔ اور ان کے سلسلہ میں کھیتی بھاؤ کے سبق کی تعلیم دو۔ اس طرح جو سکھایا پڑھایا جائیگا وہ چند روز بعد اُن میں خاص اثر پیدا کریگا۔ وہ ایشور کے ساکار روپ کو سمجھ لیں گے۔ نراکار روپ کو نہ سمجھ سکیں گے۔ جب تک ساکار کی سمجھ نہ آئے نراکار کی سمجھ آنی مشکل ہے۔ تمہارا جسم ساکار ہے تمہاری روح نراکار ہے بھلا جسم کے بغیر کوئی روح کی حقیقت کو سمجھ تو لے۔ کہنے سننے کے لئے تم کو اختیار ہے جو چاہے وہ کہو۔ منطق چھانٹ کرو۔ مگر ہم نے تو ایک آدمی بھی ایسا نہیں دیکھا جو جسم کے بغیر روح کی اصلیت سمجھ سکتا ہے۔ روح کے سمجھانے کیلئے جسم کی مدد ضروری ہے۔ پہلے جسم کی طرف نگاہ پڑتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ غور و تمیز کی ترقی کے ساتھ روح کی حقیقت کے سمجھنے کی طرف خود بخود دل مائل ہوتی ہے۔ اسلئے ہندوؤں کے بزرگوں نے مقتضاء وقت کے موافق پورانوں کی تصنیف و تالیف کا کام کیا۔ تاکہ ایک ہندو بھی مذہبی مفاد سے محروم نہ رہ جائے اور اگر تم اس بات پر ذرا بھی دھیان دو تو تم مشکل سے ان پورانوں کو بُرا کہنے کی جرأت کر سکو گے۔ انکا انسان پر خاص احسان ہے یہ تاریکی میں خاص طرح کے مشعل کا کام دیتے ہیں۔ جو عقلی و روحانی نگاہ سے ابھی بچے ہیں۔ وہ بھی انکی روشنی سے پرماتما کے جلال کا نظارہ دیکھتے ہیں۔ جو زیادہ درجے والے ہیں اُنکو نہ صرف تفریح کا سامان میسر آتا ہے۔ بلکہ انکی مدد سے وہ سرشٹی کے تمام مدارج پر غائر نظر ڈالکر روح کے بلند و مرتفع طبقہ پر پہنچتے ہیں۔ کیا ایسی حالت میں پورانوں کی جڑمیں کلہاڑی مارتے رہنا مناسب ہے؟"

ان پورانوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ تاریکی و جہالت کے زمانے میں لکھے گئے ہیں۔ اور بالکل نئے قسم کی تصنیفات ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اسمیں شک نہیں ہے۔ کہ اُنکی زبان بہت پُرانی نہیں ہے۔ انکی سنسکرت ویدوں و سوتروں کی سنسکرت سے مختلف ہے۔ تاہم انکو جدید کہنا ناانصافی ہے؟ کیونکہ پورانوں کے روایات ویدوں میں ہیں۔ پورانوں کے مستعملہ الفاظ و محاورات سب براہ راست ویدوں سے آتے ہیں۔ براہمن گرنتھ جو ویدوں کی مستند تفسیر ہیں۔ انمیں وہ سب باتیں ملینگی۔ کہ جن باتوں سے تم دور بھاگتے ہو۔ وہ ان تمام براہمن گرنتھوں میں موجود ہیں۔ یہ براہمن گرنتھ آدی پوران کہے جا سکتے ہیں۔ پورانوں کے قصے کہانیاں و استعارات کے ماخذ منبع اور سرچشمہ یہ براہمن گرنتھ ہیں۔ پورانوں کو تو ایک طرف رکھو عیسائیوں کے توریت کے قصے شت پتھ براہمن میں موجود ہیں۔ نوح کے سیلاب کا قصہ تمام و کمال اس گرنتھ میں موجود ہے۔ و علیٰ ہذا القیاس تم کہاں کہاں ہڑتال لگاؤ گے کس کس کا کھنڈن کرو گے؟ اگر کھنڈن کرنے پر آتے ہو تو پھر تمہارے پاس کچھ بھی نہ رہ جاویگا۔ ہمکو نفرت و کراہیت کرنے کی ذرا بھی ضرورت نہیں ہے۔ دل میں دھرم کی تقدیس کو جگہ دو اور ہمدردی کے ساتھ پوران اور براہمن گرنتھوں کو پڑھو تاکہ حقیقت کا تماشہ دیکھ سکو۔

اُس وقت تم کچھ کے کچھ بن جاؤ گے اور بہ آسانی تسلیم کر لو گے کہ پوران بالکل بے حقیقت اور فضول چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ سمندر میں جسطرح کوڑیوں اور گھونگھوں کے ہوتے ہوئے ہیرے بھی جا بجا بکھرے ہوئے ہیں۔

یہ کوڑی اور گھونگھے بھی بے حیثیت و بدحیثیت نہیں ہیں کیونکہ قدرت میں کوئی چیز فضول و رائگاں نہیں رہتی۔ یہ قدرت بڑی منتظم ہے۔ بڑی عقیل ہے۔ فضول و بے مصرف چیزوں کے پیدا کرنے سے اس کو چڑھ ہے۔ پرماتما کی سرشٹی میں ایک ایک سنگریزہ کسی خاص مقصد کے لئے موضوع ہوا ہے۔ سب اپنی اپنی جداگانہ اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر ایسا نہ سمجھو گے تو پھر مکمل صفت پر نقص آئے گا اور وہ مکمل کبھی نہیں سمجھا جائیگا۔ لوگ چاول کھانے کے شائق رہتے ہیں۔ مگر دھان کے چھلکے کو دیکھ کر منہ سکوڑتے ہیں۔ اگر بغیر چھلکے اور بھوسوں کے کہیں چاول پیدا ہوئے ہوں تو ہم کو دکھا دو۔ ہم بھی تمھارے ساتھ ہو کر پورانوں کا بڑے زور شور کے ساتھ کھنڈن کرنے کے لئے تیار ہونگے۔ مگر یہ تمہاری طاقت سے باہر ہے ایسا کبھی ہوا نہ ہوتا ہے اور نہ ہوگا۔ یہ سرشٹی ایسے ہی ہے۔ جہاں پھول ہے وہاں کانٹے بھی ہیں۔ کیونکہ کانٹے پھولوں کی محافظت کے لئے ضروری ہیں۔ جواہرات کو ڈبہ میں بند رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ وہ قدر و منزلت کے پایۂ سے گرا ہوا رہے گا۔ اور اسکی وقعت نہ ہوگی۔ گیان کی خوبی یہ ہے کہ وہ کرم کے ساتھ ہو۔ ورنہ گیان کو ٹھہرنے کیلئے جگہ نہ ملے گی۔ رُوح کے لئے کس قدر ضرورت ہے۔ کہ وہ جسم کے کثیف پردوں میں چھپی رہے۔ ورنہ روح کی سمجھ کیسے آویگی۔ تم روح اور گیان اور پھول کو چاہتے ہو۔ مگر کرم جسم اور کانٹوں سے نفرت کرتے ہو۔ سرشٹی کی غرض کو مطالعہ کرو۔ تاکہ تمھارے بھرم کا ناش ہو اور تب تم غلط فہمی کے شکار نہ ہوگے۔ پورانوں میں جو باتیں تم کو لچر و بے معنی معلوم دیتی ہیں۔ اُنکی کچھ غرض بھی ہے اگر یہ سب کے سب نکال دیئے جائیں تو پھر وہ پوران کب ہونگے۔ اُنکا دوسرا نام ہو جائیگا۔ اور ویدوں کی صورت میں جھلکتے ہوئے نظر آئینگے۔ مگر جس طرح بہت کم آدمی رُوح کو بغیر جسم کی مدد سے سمجھ سکتے ہیں۔ ویسے ہی ویدوں کو بغیر پورانوں کی مدد کے نہیں سمجھ سکتے۔ ویدوں کے سمجھنے والے نظرتاً طبعاً اور قدرتاً کم ہوتے ہیں۔ کیا تم چاہتے ہو جو روحانی نقطۂ نگاہ سے ابھی بچے ہیں۔ وہ ویدوں کی ماہیت سے بالکل نابلد رہیں؟ یہ سخت ظلم ہوگا۔ ایسا کبھی سوچنا نہ چاہیئے۔ نظر کو وسیع کرو۔ سب وہاں پائی پنسیری نہیں ہوتے۔ ہر بات اپنے اپنے موقع پر اچھی لگتی ہے۔ جو عقلمند ہیں اور مغز معانی کی سمجھ رکھتے ہیں وہ ویدوں کی طرف رجوع رہیں۔ انکو ہم کبھی مجبور نہ کرینگے۔ کہ خواہ مخواہ پورانوں کو پڑھو لیکن جو ویدوں کے لطیف منتروں کی سمجھ نہیں رکھتے اُنکو ویدوں سے کیا نفع پہنچے گا۔ ویدوں کے ایک ایک منتروں کے وچار میں رشیوں نے عُمریں کھپا دیں۔ اور پھر بھی وہ کہتے رہے۔ کہ ہم کو پورا پورا عبور نہیں ملا۔ پھر ہم کیسے مان لیں۔ کہ تمام انسان ویدوں سے یکساں فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ وہ خاص خاص آدمیوں کے لئے مخصوص ہیں۔ جن کے تمیز و گیان کی طاقت بڑھی ہوئی ہے۔ اُنکو ویدوں سے سروکار رکھنا چاہیئے۔ چاہے وہ براہمن چھتری ویش کوئی بھی ہوں۔ وید بھگوان سب کے لئے ہیں لیکن جو براہ راست ویدوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ اُنکے ہاتھوں سے پوران کیوں چھینے جارہے ہیں کیونکہ یہ پوران بطور خود ویدوں ہی کے مطالب کی کثیف لفظوں میں تشریح کرتے ہیں۔ طرز بیان پر نہ جاؤ۔ حقیقت کی طرف نگاہ رکھو۔ اور تم میری مراد ذہن نشین کر سکو گے۔

تم کہو گے۔ پورانوں میں اختلافات ہیں کوئی شیو کی اُپاسنا پر زور دیتا ہے۔ کوئی وشنو کی بھگتی کا نغمہ گاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ یہ صحیح ہے مگر اختلافات کے طبقہ میں کیسے ممکن ہے کہ اختلافات نہوں۔ جہاں رُوح نے اتنے جسمی قالب اختیار کر رکھے ہیں۔ وہاں اختلافات

کا رہنا لازمی امر ہے۔ جو تم ہو وہ میں نہیں ہوں۔ گو ہماری اور تمہاری رُوح ایک ہے۔ نام اور رُوپ کی سرشٹی کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کہ یہاں قدم قدم پر اختلاف ہوں۔ ذرہ ذرہ میں اختلاف پتے پتے میں اختلاف۔ ایک ہی قسم کے کاغذ لیتھو گراف کے پتھر پر چھپتے ہیں۔ مگر وہ ایک سے کہاں ہوتے ہیں کسی کی شکل کچھ بن جاتی ہے کسی کی کچھ کسی کے حرف اُڑ جاتے ہیں کسی کے زیادہ روشن رہتے ہیں۔ ایک ہی فوٹو گرافر ایک شخص کی متعدد صورتیں کھینچتا ہے کیا یہ سب ایک ہی ہوتی ہیں۔ لام رام کہو ایسا یہاں ممکن ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سرشٹی کھیل بھگوان کی ہے۔ یہاں لمحہ لمحہ تبدیلی کا قانون کام کرتا ہے۔ کال چکر اسی ورشور سے گردش میں ہے کہ آنکھوں کی خیرگی ہوتی ہے۔ پلک پلک میں نقشہ نقشہ بدل جاتا ہے۔ اختلاف کی دنیا میں رہ کر تم اس سے کیوں گھبراتے ہو۔ سامان پر نہ جاؤ۔ سد بھاونا پر نظر رکھو اور سارے بھرم دور ہو جائیں گے۔ مختلف تصویریں جس طرح ایک کتاب کے مقصد کا انکشاف کرتی ہیں ویسے ہی یہ پوران بھی ایک ہی شخصیت کا بطرز جداگانہ گیت گاتے ہیں۔ سد بھاونا میں یہ سب ایک ہیں فروعات و جزویات میں مختلف ہیں۔ انکی روح میں فرق نہیں ہے۔ انکے جسم میں صرف فرق ہے۔ ایک ہی آدمی جس طرح وقت وقت پر طرح طرح کے لباس پہنتا ہے۔ جس طرح رُوح نئے نئے قالب اختیار کرتی رہتی ہے۔ اسی طرح یہ پوران ایک ہی معبود کا خیال دلاتے ہیں۔ لباسوں کی نوعیت اور قالبوں کی بناوٹ و کثرت سے آدمی میں روح میں کیا فرق آتا ہے۔ کیا تم اس کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔ ؟"

ایک سبب تو یہ ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ ہر شخص کے مزاج میں یکسانیت نہیں ہوتی کسی میں رجو گُن کی ادھکتا ہے کسی میں تمو گُن پردھان ہے کسی میں ستو گن کی زیادتی ہے۔ اور پھر ان میں بھی کمی و بیشی کے محسوس و غیر محسوس صورتوں کی وجہ سے ایک دو نہیں۔ بلکہ بے شمار قسم کی حالتیں پیدا ہوتی ہیں۔ جہاں یہ کیفیت ہو کیسے کوئی شخص معبود کی پرستش ایک اصول پر کر سکتا ہے۔ جو جیسا ہوگا۔ اس کا معبود بھی ویسا ہی ہوگا۔ سب کے مزاج سب کے آدرش اور سب کے آئیڈیل جدا جدا ہونگے۔ سارے انسان ایک سے نہیں ہوتے کسی کو علم ریاضی کا شوق ہے۔ کوئی قانون کے مطالعہ کا شائق ہے۔ تیسرا مصوری کے فن کا دلدادہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اسی طرح مذہبی دنیا میں گُنوں کے امتزاج سے جیسی جیسی طبیعت واقع ہوئی ہے وہ اسی طرح اور اسی خاص شکل میں مالک کی پوجا کریگا۔ تم ہزار کوشش کرو۔ ایک ہی [illegible] کی پرستش سب کبھی نہ کر سکیں گے۔ جو شخص حکومت کے مزاج کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ وہ اپنے معبود کو حاکم کی صورت میں قائم کریگا۔ اور اس کو جبار۔ قہار۔ قادر مطلق۔ اندر۔ مہاکال ایشور سمجھے گا۔ جو شخص سکھ و آنند گیان کو سب کچھ سمجھ رہا ہے۔ وہ [illegible] کو عادل [illegible] گیان رُوپ مانے گا۔ جو قانون کرم اور نیتی کا دلدادہ ہے۔ وہ اس کو مقنن نیلتا ترتیب دہندہ۔ برہما۔ اور پروردگار تسلیم کریگا۔ اور ان خیالات کے مطابق اسکی پوجا ہوگی۔ پہلا تو گنی ہے۔ دوسرا ستوگنی ہے تیسرا رجوگنی ہے۔ ان سب میں صرف جزویات و فروعات ہی فرق ہے۔ فرق سد بھاونا میں کہیں نہیں ہے اور اسلئے [illegible] پوران ان سب بھگتوں کو موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنی اپنی طبیعت کے موافق اسکی پرستش کے ارکان ادا کریں۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ جو سچائی و خلوص کے ساتھ کسی ایک کو اشٹ بنا کر چلے گا۔ وہ آخری مقام تک کسی نہ کسی دن پہنچ جائیگا۔ اور وہاں پہنچکر ایک ہو رہیگا۔ اختلافات کا مٹانا نہ صرف مشکل بلکہ غیر ممکن ہے۔ تم ذرا قدرت کے کاروبار کو دیکھو خود اس نتیجہ پر پہنچو گے۔ محمد صاحب نے بت پرستی کی بیخ کنی کی کوشش کی۔ اسلام ننگی تلوار لیکر میدان میں آیا۔ بت پرستوں کے سر گاجر مولی کی طرح کاٹ دیئے مگر حاصل کیا ہوا۔ مسلمان برابر

ڈینگ ماریں۔ مگر وہ ہندوؤں سے ہزارہا درجہ زیادہ بُت پرست ہیں۔ وہ سنگِ اسود کو پُوجتے ہیں۔ اور بوسہ دیتے ہیں۔ وہ چاہِ زمزم کے پانی پینے میں نجات تلاش کرتے ہیں۔ وہ قبروں مزاروں پر جاکر دُعا مانگتے ہیں۔ اُنمیں تعزیہ داری ہوتی ہے۔ قرآن اُنکے گلے کا ہار ہے۔ وہ مردم پرست ہیں۔ وہ شیخ پرست ہیں۔ وہ کعبہ اور مدینہ پرست ہیں۔ اُنکی بُت پرستی کا ذکر کہاں تک کیا جائے۔ اسلام اپنے مشن میں سخت ناکامیاب ہُوا۔ اور اسکی ناکامی دنیا کی تاریخ میں نہایت افسوس ناک عبرت ناک و حیرت ناک واقعہ ہے۔ یہی حال کم و بیش حضرت مسیح کا بھی ہُوا۔ یہ مورت پرست ہیں۔ یہ تثلیث پرست ہیں۔ تعویذ و دعاؤں کے کاغذ پر مرتے ہیں۔ غور کرو کیا یہ جھوٹ ہے؟ لاکھ کوشش کیجائے۔ جبتک انسان انسان ہے۔ وہ اپنے طبعی میلان کے موافق اپنے گُنوں کی کثرت و گھٹنے پن کے موافق اپنے جذبات و محسوسات کے موافق ہمیشہ اُسی قسم کا معبود تلاش کریگا۔ ہزار سر پٹکو۔ مگر تم اس اختلافات کے مٹانے میں ہمیشہ ناکامیاب رہو گے۔ کیونکہ اختلاف قدرت کی جان ہے۔

پُرانوں کے رچنے والے غضب کے دُور اندیش اور نکتہ رس تھے۔ اُنکے تجربات بہت ہی وسیع تھے۔ وہ انسان کے دلی میلان کی نبض کو ٹٹول سکتے تھے۔ اور اسلئے انہوں نے عالمگیر ہمدردی کے خیال سے متاثر ہو کر ان پُرانوں کو تصنیف کیا اور اس وجہ سے وہ ہمارے سچی تعظیم کے مستحق ہیں۔ مگر پُرانوں کے لکھنے والے کی قدر کرو اُنکی اعلیٰ ہمدردی و انصاف کی داد تو دو۔ اور وسیع النظری سے دیکھو۔ کہ ان کا اصلی مقصد کیا ہے۔

ان پُرانوں میں خلط فاسد ضرور ہے۔ مابعد کے زمانہ میں ان میں بہت کچھ آمیزش کر دی گئی۔ پُرانوں کی نسبت کیا کہا جائے گوسوامی تلسی داس جی کی رامائن جو قریب تین سو برس کی تصنیف ہے۔ اس میں کتنے چوپائیاں اور دوہے ملا دیئے گئے جب لوگ واقف ہونے لگے تب کشیپک क्षेपक (اعتراضات) کی صورتوں میں اضافہ ہونے لگا۔ کتاب چھوٹی تھی اب بہت بڑی ضخیم ہوگئی۔ اور نادانوں نے ہر گُش کا ٹنڈ ملا کر اور بھی اُسکی مٹی پلید کرنے کا اہتمام کیا۔ وہ خاص قسم کی زندہ کتاب ہے۔ اسلئے اب تک زندہ ہے۔ ورنہ اُسکی زندگی کی خلط بیجا کی وجہ سے کب کی چھین لی گئی ہوتی۔ پُرانوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہوا ہے اس کا سبب یہ ہے۔ کہ سلطنتوں کے درہم برہم ہونے کیوجہ سے پنڈتوں کو انکی حفاظت کا خیال نہیں رہا۔ کچھ پُرانوں کے حصے غائب ہوگئے۔ بعض بعض میں اتنا بڑھا دیا گیا کہ اُنکی صورت بدل گئی۔ کسی کسی میں تو کچھ کا کچھ لکھ مارا۔ جو اُسکی مراد کے بھی برخلاف جاتا ہے۔ اب وقت بھی نہیں رہا۔ کہ انکی اصلاح کیجا سکے۔ مگر اتنا ہو سکتا ہے جہاں کہیں اختلافات نظر آئیں وہاں بہ آسانی پتہ چل سکتا ہے۔ کہ سمپردا والوں نے اپنی عظمت جتلانے کے لئے کارستانیاں کی ہیں۔ ان کو پرکشیت (الحقا کا اضافہ) مان لیا جائے۔

ان پُرانوں کی زبان بھی خاص قسم کی ہے۔ انہوں نے سنسکرت کی زبان کو بہت اچھا مانجھا دیا ہے۔ اور دیو بانی کو نیچے کے طبقہ میں لا کر انسانوں کے خیالات و جذبات کے اظہار کا بہترین آلہ بنا دیا ہے۔ علم زبان کے محقق کو اُسکی ترقی کے مدارج کی تحقیقات میں بہت کچھ دلچسپ مطالعہ کا سامان مل سکیگا۔ ہم بطورِ خود اس پر زیادہ نہیں لکھنا چاہتے۔ اُس کو دُوسرے لائق آدمیوں کے حوالے کرتے ہیں۔ ہاں اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ پُرانوں کی سنسکرت شریمد بھاگوت[1] تک پہنچکر اتنی نکھر گئی ہے۔ کہ اسکی نزاکت اور لطافت کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ بھاگوت کی زبان بہت ہی خوبصورت ہے۔ اور اسکی طرزِ تحریر بھی نہایت دلچسپ ہے۔ زبان کی خستگی خیالات کی بلند پروازی۔ استعارات و تشبیہات کا استعمال عجیب لطف دیتا ہے۔ یہ سنسکرت کی لاثانی کتاب ہے۔ اور کئی پہلو سے قدر کے

[1] شریمد بھاگوت کا اُردو سلیس ترجمہ دو جلدوں میں قیمت سوا گیارہ روپے رسالہ اوم دہلی سے ملسکتی ہے۔

قابل ہے۔ کہ وہ لڑکوں کے نصاب میں داخل کی جائے۔ ان پورانوں میں تین طرح کی زبانیں مستعمل ہیں اول لوکک بھاشا۔ دوسری ویدک بھاشا تیسری سمادھی بھاشا۔ اور ان کے سلسلہ میں تین طرح کے مضمون۔ ادھی دیوک ادھی بھوتک اور ادھیاتمک لکھے گئے ہیں۔ اور جو لوگ پورانوں کو اصلی زبان میں پڑھیں انکو لازم ہے کہ مطالعہ کے وقت اس بات کا لحاظ رکھیں کہ خاص خاص مضامین خاص خاص بھاشا کے ہیں۔ اور اگر وہ اس طرح پڑھیں گے تو اُنکے اعتراض خود بخود دُور ہوتے جائینگے۔ کیونکہ ہر بھاشا کے اصطلاحات موقع و محل کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ معنی کی طرف اشارہ کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً پورانوں میں جو راجاؤں کی کتھائیں آتی ہیں۔ وہ لوکک بھاشا میں ہیں کرم دھرم وغیرہ کتھائیں ویدک بھاشا میں ہیں۔ اور جہاں کہیں بھگوت جیوتر یا بھاگوت رہسیہ کی باتیں ہیں۔ وہ سمادھی بھاشا میں ہیں۔ اُس کو تم اس طرح بھی سمجھ سکتے ہو۔ پنج بھوتوں کے بیانات ادھی بھوتک۔ دیوتاؤں کی کتھائیں ادھی دیوک اور آتما کے متعلق حالات ادھیاتمک ہیں۔ یہ کہیں کہیں النکاروں میں بیان کئے گئے ہیں۔ النکار و استعارے دراصل انسانوں کی زبانیں ہیں جنمیں حقیقت کی تصویر کے انسانی صورت و شکل میں دکھلانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ پوران کیا ہیں؟ پوران کی تعریف کرنا ذرا مشکل ہے۔ کیونکہ اس لفظ کی پوری پوری وضاحت کا اہتمام نظر نہیں آتا۔ صرف امر سنگھ نامی مصنف اپنی مشہور و مستند لغت میں جو سنسکرت میں واقعی ایک نہایت نایاب کتاب ہے۔ اور ایک جینی خواہ بودھ مصنّف کے قیمتی علمی خدمات کی یادگار ہے۔ اُنکی تعریف اس طرح کرتا ہے۔ کہ اُن میں پانچ قسم کے اوصاف ہیں۔ وہ پانچ اوصاف یہ ہیں۔ (۱) ابتدائی پیدائش عالم۔ (۲) سرشٹی و پرلے کا بیان (۳) دیوتاؤں کے شجرے اور اُنکی وضاحت (۴) منونتروں کی صراحت (۵) بادشاہوں کی تواریخ۔ وشنو۔ متسیہ۔ وایو اور دوسرے پورانوں کی تعریف اس طرح کیگئی ہے۔

सर्गश्च प्रति सर्गश्च वंशोमन्वन्तराणि च ।
वंशानु चरितं चैव पुराण पञ्च लक्षणम ॥

یہ پوران ہیں۔ اور وہ کم از کم امر سنگھ کے زمانہ تک اسی معنی میں مانے جاتے تھے۔ امر سنگھ چونکہ وکرما دتیہ کے دربار کا مشیر و وزیر تھا۔ اس لئے اسکو کم از کم ۵۰۱ برس قبل از مسیح سمجھنا چاہئیے۔ مگر کیا یہ سب باتیں ان پورانوں میں موجود ہیں؟ اس سوال کا جواب مثبت و منفی دونوں میں دیا جا سکتا ہے۔ مگر تامل کے بعد کیوں کہ سواء دو ایک پورانوں کے باقی سب میں سارے انگ موجود نہیں ہیں۔ ایک وشنو پوران البتہ اس قسم کا ہے کہ اس میں ساری باتیں ملیں گی۔ نہ اُن میں ایسی کوشش ہی کا سامان نظر آتا ہے۔ جس سے مان لیا جائے کہ کمی و بیشی کے ساتھ اس حد تک رہنے کی اُنکی خواہش ہوئی ہو۔ پورانوں میں کرم کانڈ وغیرہ کا بہت کچھ شمول ہے۔ اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ان پورانوں کے بہت حصے راج کی خرابیوں کے زمانہ میں ضائع ہو گئے۔ اور بہت کچھ ان میں اضافہ کر دیا گیا۔ وشنو پوران اس زمرہ میں بہت مستند اور قدیم پوران کہا جا سکتا ہے۔

ان تمام پورانوں کو تین قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ راجسک۔ تامسک۔ ساتوک۔ راجسک اس کو کہتے ہیں جن میں رجوگن ہو۔ راگ و دویش۔ ثروت۔ طاقت حکومت و اختیار یہ رجوگن کے اوصاف ہیں۔ تامسک انکو کہتے ہیں جن میں تموگن بیفکری بجوبیت بے پرواہی۔ اندھ کار یہ تموگن کے اوصاف ہیں۔ ساتوک اُن کو کہتے ہیں جن میں ستوگن ہو۔ خوشی سرور پرکاش وغیرہ ستوگن کے خواص

ہیں۔ اس تقسیم کی مختصر صورت اس طرح قائم کی جاسکتی ہے۔

ساتوک پُران۔ وشنو۔ ناردیہ۔ بھاگوت۔ گرڑ۔ پدم واراہ ہیں۔

(۲) تامسک پُران۔ متسیہ۔ کورم۔ لنگ۔ شیو۔ سکند۔ اگنی ہیں۔

(۳) راجسک پُران۔ برہمانڈ۔ برہمہ ویورت۔ مارکنڈے۔ بھوشیہ۔ وامن۔ برہمہ ہیں۔

ان میں سے ساتوک پُران وشنو سمپرداء کی مقدس کتابیں ہیں۔ تامسک کا تعلق شیوؤں سے ہے۔ اور راجسک پُران شاکتک دھرم والوں کے ہیں۔ یہ تقسیم قطعی نہیں ہے۔ میری دانست میں کوئی ایسا زمانہ بھی شاید رہا ہوگا جب برہما کی پوجا کا رواج تھا۔ اب برہما کی پرستش کا کہیں اہتمام نظر نہیں آتا۔ برہما جوگن پردھان دیوتا ہیں۔ اسکی جگہ اب شکتی نے لے لی ہے جس کا زیادہ اور گہرا تعلق تانترک شاستروں سے ہے۔

ان پُرانوں کی تعداد اٹھارہ ہے۔ انکے علاوہ اٹھارہ اُپ پُران بھی ہیں۔ مگر ان کو وہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ اٹھارہ پرانوں کی بالترتیب فہرست یہ ہے۔

(۱) براہمہ (۲) پدم (۳) وشنو (۴) شیو (۵) بھاگوت (۶) ناردیہ (۷) مارکنڈے (۸) اگنی (۹) بھوشیہ (۱۰) برہمہ ویورت (۱۱) لنگ (۱۲) واراہ (۱۳) سکند (۱۴) وامن (۱۵) کورم (۱۶) متسیہ (۱۷) گرڑ (۱۸) برہمانڈ۔

(۱) براہمہ پُران برہما اور مریچی کے درمیان مکالمہ ہے اور اس میں دس ہزار شلوک ہیں۔ اسکے ابتدائی ادھیایوں میں منونتروں کا ذکر ہے۔ اور سورج نسلی راجاؤں کی تواریخ ہے۔ جگن ناتھ جی کا حال اسی میں بیان کیا گیا ہے۔ آخری ادھیایوں میں بلبھانڈی وغیرہ کا مہاتم ہے۔

(۲) پدم پُران میں سرشٹی کا برنن ہے۔ اس میں پچپن ہزار شلوک ہیں۔ اسکے پانچ حصے ہیں پہلے کھنڈ میں سرشٹی۔ دوسرے میں بھومی کھنڈ تیسرے میں سورگ کھنڈ۔ چوتھے میں پتال کھنڈ۔ پانچویں میں اُتر کھنڈ کا بیان ہے۔ اور آخری مضمون میں کریا یوگ سار نامی ایک عجیب وغریب رسالہ شامل ہے۔ جس میں یوگ کی بدھی بیان کی گئی ہے۔

(۳) وشنو پُران میں تیئیس ۲۳ ہزار شلوک ہیں اس کی ابتدا واراہ کلپ سے ہوتی ہے۔ اور آخر میں کرشن بھگوان کی تاریخ دی گئی ہے۔"

(۴) وایو پُران میں سویت کلپ کے دھرم کا بیان ہے۔ اور رُدر مہاتم وغیرہ کا برنن ہے۔ اس میں چوبیس ہزار شلوک ہیں۔

(۵) شری بھاگوت پُران گائتری منتر سے شروع ہوتا ہے اور سارسوت کلپ کے واقعات کا ذکر ہے۔ اس میں بارہ حصے اور ایک سو بتیس ۳۳۲ ابواب ہیں۔ اور اٹھارہ ہزار شلوک ہیں۔ اور یہ نہایت عجیب وغریب کتاب ہے جس میں فلسفہ بھگتی وغیرہ کا مفصل ذکر آتا ہے۔ اور وہ واسدیو پر وشواس رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔

(۶) ناردیہ پُران میں برھت میں کلپ کے رسم ورواج بیان ہے۔ اسمیں پچیس ہزار شلوک ہیں اور انکی تصنیف کا تعلق خود نارد سے بتایا جاتا ہے جس کو ویاس بھگوان نے ترتیب دیا ہے۔

(۷) مارکنڈے پُران کی ابتدا پرندوں سے ہوتی ہے جس میں مارکنڈے رشی نے دھرم کی تعلیم دی ہے۔ اسمیں نو ہزار

نوسو شلوک تھے۔ اب نو ہزار شلوک پائے جاتے ہیں۔

(۸) اگنی پوران میں الیسان کلپ کے واقعات ہیں جن کو اگنی نے وسشٹ کو سنایا ہے۔ اس میں سولہ ہزار شلوک ہیں۔ اور رامائن و مہابھارت کے حالات کو خاص قسم کی اہمیت دی گئی ہے۔

(۹) بھوشیہ پوران میں سورج کی عظمت کا ذکر ہے۔ اور اس کا تعلق گھور کلپ سے ہے۔ اور زیادہ تر آئندہ زمانہ کے واقعات کی پیشنگوئیوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں چودہ ہزار پانچسو شلوک ہیں۔ قصہ کہانیوں کے علاوہ اور پورانوں کیطرح اس میں بھی نشیدھ بہت کرموں کی وضاحت کی گئی ہے۔

(۱۰) برہمہ ویورت پوران میں کرشن بھگوان کی بزرگی جتلائی گئی ہے۔ اس میں اٹھارہ ہزار شلوک ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ پوران ابتدا میں ساوانی رشی نے نارد کو سنایا تھا۔

(۱۱) لنگ پوران میں زندگی کے مقصد۔ دہرم۔ ارتھ۔ کام موکشش کا ورنن ہے۔ اس میں گیارہ ہزار شلوک ہیں۔ اور اسکے سنانے والے خود برہماجی کہے جاتے ہیں۔ اس کا کلپ الیسان کلپ ہے۔ اس میں صاف صاف اور واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ لنگ کوئی قابل نفرت لفظ نہیں ہے۔ اس سے صرف روحانی نشان مراد ہے! اس میں علاوہ اور باتوں کے گیان و یوگ کی بھی کچھ کچھ صراحت کی گئی ہے۔

(۱۲) واراہ پوران کو وشنو نے واراہ کو سنایا ہے۔ اور اسمیں سرشٹی کے معمہ کے حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں شو اور درگا کے واقعات بھی قلمبند کئے گئے ہیں۔ اور چوبیس ہزار شلوک ہیں۔

(۱۳) سکند پوران کو کھٹ مکھ سکند جی نے سنایا ہے۔ اور اس کا تعلق تات پرش کلپ سے ہے اسکے اکیاشی ہزار شلوک ہیں۔ یہ پوران دراصل بہت سے رسالوں کا مجموعہ ہے جن کو سنہتا۔ مہاتم۔ کھنڈ وغیرہ نام دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے کاشی کھنڈ سب سے زیادہ مشہور و معروف ہے اور کاشی کے مہاتم سے متعلق ہے جگن ناتھ پوری کا بھی اس میں بیان ہے سوت سنہتا کے موافق چھ سنہتا۔ پانچسو کھنڈ اور پانچ لاکھ شلوک ہونے چاہئیں۔

(۱۴) وامن پوران میں برہما نے سرشٹی کے مقصد کی وضاحت کی ہے۔ اور تری وکرم کی عظمت دکھلائی ہے۔ یہ شو کلپ سے متعلق ہے۔ اور اس میں دس ہزار شلوک ہیں۔

(۱۵) کورم پوران میں لکشمی کلپ کے واقعات سترہ ہزار شلوکوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ ابتدا کورم یعنی وشنو کے کچھ اوتار سے ہوتی ہے۔ مگر یہ وشنو کا نہیں بلکہ شیوؤں کا پوران تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور شیو شکتی کے بیان سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے دوسرے حصہ میں الیشور گیتا اور ویاس گیتا پڑھنے کے قابل کتابیں ہیں۔

(۱۶) متسیہ پوران میں سات کلپ کے واقعات بیس ہزار شلوکوں میں گائے گئے ہیں۔ اور وشنو نے مچھ اوتار کی حالت میں اس کو سنایا ہے۔

(۱۷) گرڑ پوران کو وشنو بھگوان نے گرڑ کلپ میں انیس ہزار شلوکوں میں بیان کیا ہے۔ اس میں کئی قسم کے علوم کا ذکر ہے۔ مثلاً سامدرک۔ جوتش۔ پارس پتھر ادویات وغیرہ اس کے پربت کاپ میں مرتک سنسکار وغیرہ کا ذکر ہے۔

(۱۸) برھمانڈ پوران میں بارہ ہزار اور دو سو شلوک ہیں۔ انڈ برھما سے متعلق ہے۔

یہ اٹھارہ پورانوں کی مجموعی فہرست ہے۔ میں نے چاہا تھا کہ ان سب کے مضامین کی صراحت ذرا اور وضاحت کے ساتھ کردی جاتی۔ مگر چونکہ دیباچہ ضخیم بنانا منظور نہیں تھا اس لئے صرف اتنے ہی پر اکتفا کی گئی۔

ان کے سوا جو اٹھارہ اُپ پوران ہیں اُن کے نام یہ ہیں: (۱) سنت کمار۔ (۲) نرسنگھ۔ (۳) نارد یہ۔ (۴) شیو۔ (۵) دُرباسا۔ (۶) کپل۔ (۷) مانو۔ (۸) اوسنس۔ (۹) وارُونا۔ (۱۰) کالیکا۔ (۱۱) سامب۔ (۱۲) نندی۔ (۱۳) سور۔ (۱۴) پراسر۔ (۱۵) آدتیہ (۱۶) مہیشور۔ (۱۷) بھاگوت۔ (۱۸) وسشٹ۔

یہ فہرست دیوی بھاگوت میں موجود ہے جس کو بعض لوگ اصلی پوران کہتے ہیں۔ اور شری بھاگوت کو اُپ پوران بتاتے ہیں۔ ریوا کھنڈ میں دوسری طرح کی فہرست دی گئی ہے۔ جو اس سے مختلف ہے۔ اس میں اُپ پورانوں کے نام بالترتیب اس طرح پر آئے ہیں (۱) سنت کمار۔ (۲) نرسنگھ۔ (۳) نندا۔ (۴) شیو دھرم۔ (۵) دُرباسا۔ (۶) بھوشیہ۔ (۷) کپل۔ (۸) مانو۔ (۹) اوسنس۔ (۱۰) برھمانڈ۔ (۱۱) وارونا۔ (۱۲) کلکی۔ (۱۳) مہیشور۔ (۱۴) سامب۔ (۱۵) سور۔ (۱۶) پاراسر۔ (۱۷) بھاگوت۔ (۱۸) کورم۔

ان سب پورانوں کے مصنف یا ترتیب دہندہ ویاس جی کہلاتے ہیں۔ جو مہابھارت کے زمانہ میں گزرے ہیں اور جن کا نام کرشن دویپاین ہے۔ مگر چونکہ سارے پورانوں اور اُپ پرانوں کی نہ تو زبان ایک ہی ہے۔ نہ طرز بیان ایک سا ہے۔ اسلئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کسی ایک مصنف کی تصانیف ہیں۔ ویاس در اصل ایک قسم کا علمی خطاب ہے۔ اس لئے اگر یہ مان لیا جائے کہ مختلف ویاسوں کے لکھے ہوئے ہیں۔ تب بھی ان کی تقدیس میں فرق نہیں آتا۔

یہ فہرست بآسانی ذہن نشین کرا سکتی ہے۔ کہ پورانک لٹریچر کم نہیں ہے۔ اور اس میں بہت کچھ سامان اس قسم کا موجود ہے جو قابل غور مطالعہ ہے۔

پوران ہندوؤں کے لئے قیمتی ورثہ ہے۔ مانا اُن میں بہت سی باتیں ایسی ملیں گی جو آجکل کی طبیعتوں کو اپیل نہیں کر سکتیں تاہم کچھ نہ کچھ اُن کے خیالات کی اشاعت ہندوؤں کے لئے مفید ہوگی۔

شیو برت لال ورمن ایم اے

دھارمک جگت میں یہ خبر پڑھکر افسوس ہوگا کہ کیلاش آشرم رشی کیش کے

سابقہ مہا منڈلیشور پرم پوجیہ شری 1008 سوامی شیوانند جی مہاراج کا بھوتک شریر اپنے تتوں میں مل گیا ہے۔ اور وہ اپنے نج آتم سروپ میں لین ہو گئے ہیں۔ ایسے مہاپرش دُنیا میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے انکی سمرتی میں بہت بڑا سمشٹی بھنڈارہ کیا گیا۔ جسمیں تقریباً چار ہزار سے زائد مہاپرشوں اور بھگتوں نے بھوجن کیا اور بڑے بڑے چوٹی کے ودوان بہت بڑی تعداد میں تمام بھارت ورش سے انہیں شردھانجلی ارپن کرنے کیلئے رشی کیش پہنچے شری سوامی جی مہاراج کی آیو سو سال سے تجاوز کر چکی تھی وہ شاستری مریادہ کے پورن نونشٹھ تھے برھم ودیا روپ سرسوتی انکی جِہوا پر براجتی تھی۔ وہ پرسنتا اور دیا کی مورتی تھے اور سدا آنند میں جیون مکت پرش تھے۔ ہمیں انکا جیون سدا مشعل کا کام دیتا رہیگا۔ ڈاکٹر گوکل ناتھ نندہ

اٹھارہ پورانوں کے متعلق

مہرشی شوبرت لال جی ورمن کی رائے۔ "

اٹھارہ پُوران - مہرشی ویدویاس جی کے تصنیف ہیں۔ یہ حقیقت (یعنی سمت وسنتو-آتما) کے سمجھانے کی نہایت معقول مؤثر اور خوبصورت کوشش ہیں۔ یہ خاص وقت کے مخصوص دھارمک لٹریچر ہیں۔ یہ فرضی ناول نہیں اور نہ ہی من گھڑت کہانیاں ہیں۔ بلکہ ان میں اصلیت ہے۔ پورانوں سے ہم اتنے مفید و کار آمد سبق سیکھ سکتے ہیں۔ جو ہم کو کسی اور جگہ نہیں مل سکتے۔ پُوران معمولی کتابیں نہیں ہیں۔ نہ اُن کے بیانات ہی معمولی ہیں۔ اُن کے قصے بھی خاص طرح کی اہمیت رکھتے ہیں۔ انکی شاعری غضب کی ہے۔ انکے النکار و استعارات کی تصویریں نہایت ہی حیرت انگیز ہیں۔ اس لئے وہ خاص طور پر عزت کے ساتھ مطالعہ کئے جانے کے مستحق ہیں۔ ان میں مقدس ہستیوں کے سلسلہ میں جن قابل تعظیم دیوتاؤں کی تصویریں کھینچنے کا اہتمام ہے۔ وہ فرضی نہیں ہیں۔ بلکہ اصلیت رکھتی ہیں۔ لکھنے والوں کی نگاہ کے سامنے وہ تصویریں خیالی طور پر موجود تھیں۔ وہ اُن کا انوبھو کرتے تھے۔ کیونکہ جن کا پورانوں میں بیان ہے۔ وہ برھمانڈ میں خاص حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اپنے اپنے منڈل میں اُن کا رُوپ محیط بھی ہے۔

رُوحانی آنکھیں جنکو عطا ہیں۔ وہ ہی اُن کا انوبھو کر سکتے ہیں۔ "

پُورانوں کے رچنے والے غضب کے دُور اندیش اور نکتہ رس تھے۔ اُن کے تجربات وسیع تھے۔ وہ انسان کے دِلی میلان کی نبض کو ٹٹول سکتے تھے اس لئے اُنہوں نے عالمگیر ہمدردی کے خیال سے متاثر ہوکر ان پُورانوں کو تصنیف کیا۔ اس وجہ سے وہ ہمارے سچّی تعظیم کے مستحق ہیں۔ " شوبرت لال ورمن ایم۔اے "

نوٹ:- جو لوگ پُورانک گرنتھوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ وید اور شاستروں کی تعلیم سے ناواقف ہیں۔ البتہ اُن پر مغربی تعلیم کے سنسکاروں کا سایہ پڑا ہوا ہے۔ ودوانوں کی نظر میں پُوران مہتو پُورن گرنتھ ہیں۔ ان کو پڑھے بغیر وید اور شاستروں کا گیان ادھورا ہے۔ پُران ہندو دھرم کے گویا پران ہیں۔ پورن گیانی اور ودوان لوگوں نے ان گرنتھوں کی بہت مہما گائی ہے

گورو نانک فرماتے ہیں :۔

ویدپُران کہو مت جھُوٹے۔ جھوٹا جو نہ وچارے"

عالم باعمل برہم گیانی منشی سورج نرائن صاحب مہر نے بھی ان پر اپنی شردھا کے پھول چڑھائے ہیں۔

پورانوں کی مہما

ذرا بھی سمجھو جو اے ہندوؤ! پورانوں کو
سبق دیا کرو دُنیا کے نکتہ دانوں کو

نہ بھول کر بھی خیال آئے یہ فسانے ہیں
کتب ہیں فلسفے کی علم کے خزانے ہیں

خزانے ہیں مگر ایسے کہ آشکار نہیں
جو نابلد ہیں کبھی اُن کا یہاں گزار نہیں

جہاں میں قاعدہ ہے کلیہ خزانے کو
چھُپا کے رکھتے ہیں سب تاکہ راز فاش نہ ہو

نہ ایسے ویسوں کے ہاتھ آئیں خوشنما چیزیں
کہ ہیں خصوص سے مخصوص بے بہا چیزیں

اسی طرح سے پورانوں میں بھی خزانے ہیں
نظر میں سطح پرستوں کی گو فسانے ہیں

نہ جانا سطح پرستی پہ بھول کر اے دوست
وگرنہ رانہ کی ہوگی نہ کچھ خبر اے دوست

جو باخبر ہیں خبر تہ کی جا کے لاتے ہیں
اور اپنی سعی سے وہ فائدہ اُٹھاتے ہیں

نہیں اٹھاراں پورانیں یہ سمندر ہیں
نہ پُوچھو ہم سے کہ کیا چیزیں انکے اندر ہیں

یہ ایسے بحر ہیں ذخار جن کی تھاہ نہیں
جو تہ کو پہنچے ہزاروں میں وہ نگاہ نہیں

یہی سبب ہے کہ خائف ہیں ان سے سطح پرست
تہی نظر مجھے آیا ہمیشہ ان کا دست

ہمیشہ سطح پہ دیکھے حباب اور کائی
نہ موتیوں کی جھلک سطح پر نظر آئی

جو چیزیں ہوتی ہیں ہلکی۔ وہ اوپر آتی ہیں
جو بھاری ہوتی ہیں نیچے وہ بیٹھ جاتی ہیں

درِ خوش آب کی پس گر تلاش ہے تم کو
نہیں وہ سطح پہ۔ تہ میں ملینگے۔ ہاں کھُودو

لگاؤ بحر میں غوطہ نظر سے ہو مفقود
تلاش شرط ہے پاؤ گے گوہر مقصود

پڑھو پورانوں کو اے ہندوؤ! تو کھل پاؤ
تمام مخمصوں کے بند سے نکل جاؤ

پُران ہندوؤں کے علم کے خزانے ہیں
رموز فلسفہ ہیں ان میں جو فسانے ہیں

صدا ہے مہر کی ہاں کوئی سُننے والا ہے
پڑھیں پوران جو ہندو تو بول بالا ہے

اوم اوم

پُران ساہتیہ

پُران کیا ہیں! اور ان سے ہمیں کیا گُن پراپت ہوئے!

قدیم زمانے سے ہی بھارت میں پُرانوں کا معاملہ بڑی شردھا اور جذبات سے ہوتا رہا ہے۔ بھارتی عوام کے دلوں میں بھگتی گیان ویراگیہ۔ سداچار اور دھارمک بھاونا کو مضبوط بنانے کا سہرا پرانوں کو ہی ملتا ہے۔ وید۔ شاستر۔ ایشور۔ دیوتا۔ آشرم دھرم۔ پُنر جنم، آتما کو امرتا اور پرلوک کی حقیقت پر ہمارا جو اٹوٹ وشواس ہے۔ یہ سب گُن ہمیں پُرانوں سے ہی ملتے ہیں۔ ہمارا رہنے سہنے کا ڈھنگ۔ سماجی نظام۔ سنسکرتی۔ تمدن۔ سنسکار روزمرہ کی نیتی۔ کریکٹر زیادہ تر ویدوں اور سمرتیوں کے ساتھ اتہاس پر پُرانوں کا ہی زیادہ پربھاؤ ہے۔ پرانوں سے پوتر کریکٹر ہمارے جیون میں آیا ہی ہے۔ لوک گیتوں اور استریوں کے گانوں میں بھی نادی کال سے موجود ہے۔ ستی پن کے اونچے آدرش۔ من اور اندریوں پر قابو پاتا۔ ویرتا۔ میدان جنگ میں ہنستے ہنستے پران دے دینا۔ تیاگ اور بلیدان کے لئے ہمیشہ پُرانوں سے ہی حاصل ہوا ہے۔

پرانوں کی اہمیت کو من میں بساتے سے پہلے ہمیں ان کے سروپ پر وچار کرنا ہوگا۔ پُران کا مطلب کیا ہے اور یہ کتنا پرانا ہے اس پر غور کرنا ضروری ہے یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ پُران کا سادہ مطلب ہے پُرانا۔ جن میں پُرانی باتوں کا ذکر ہو۔ وہ پُران ہے "وایو پُران"، میں پُران شبد کا آغاز اس طرح دیا گیا ہے:۔ وہ پُرانی روایات کا ورنن کرتا ہے۔ اس لئے پُران کہلاتا ہے" پُران کی قدامت کے متعلق متسیہ پُران کا کتھن ہے۔ کہ وہ سب شاستروں سے پُرانا ہے۔ برہماجی نے سب سے پہلے، پُران کا سمرن کیا۔ اس کے بعد ان کے مُکھ سے وید پرگٹ ہوئے" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پُران ساہتیہ سِدھ ہیں۔ جنہیں ہم پُران لکھنے والے کہتے ہیں۔ وہ اس کے سنکلن کرنے والے ہیں۔ لکھنے والے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی شکتی سے باہر ویدک ساہتیہ میں بھی پُران کی چرچا ہے اور اسے وید کی طرح ہی نتیہ اور مستند بنایا گیا ہے۔ اتھروید میں ذکر ہے کہ یگیہ کے اچھشٹ سے۔ یجروید کے ساتھ رگ وید سام وید۔ چھند اور پُران پرگٹ ہوئے۔ اسی لئے پُران کو پانچواں وید کہا گیا ہے۔ شت پتھ براہمن کا کہنا اودھ وایو یگیہ تجھ پران پاٹھ کے لئے یہ کہہ کر پریرنا دیتا ہے۔ کہ پُران وید ہے۔ یہی وید ہے۔ برہاد ارنیہ کے مطابق پرماتما کے نشواس سے چاروں وید! اتہاس پُران ودیا اور اپنشدوں کا آغاز ہوا شت پتھ براہمن کے مت سے ویدوں کی طرح پُران اتہاس کا بھی روزانہ مطالعہ ہونا چاہئے۔ اس سے دیوتا خوش ہو کر مطالعہ کرنے والے کو خوشی بخشتے ہیں۔

برہدارنیہ کے بھاشیہ میں بھگوان شنکراچاریہ نے "اردشی السیفر" وغیرہ براہمن بھاگ کو اتہاس اور "سد وا اوم گرا ہست" وغیرہ سرشٹی پرکریا بٹھت وکیوں کو پُران کہا ہے ایتریہ براہمن کے اُپ کرم میں دلیپ اشر سنگرام وغیرہ پرستاؤں کو اتہاس اور سرشٹی پرتی پادک واکیوں کو پُران بتایا گیا ہے۔ نیائے درشن سُوتر (۴-۱-۱-۶۲) کے بھاشیہ میں واتسیاین رشی نے کہا ہے کہ جو رشی منتر اور براہمن بھاگ کے درشٹا اور پروچن کرتے ہیں وہی اتہاس۔ پُران اور دھرم شاستر کے بھی ہیں۔ ان سب کا علیحدہ علیحدہ

مضمون ہے اپنے اپنے مضمون میں سب مستند ہیں۔ یگیہ منتر برہمن بھاگ کاوک ورت اتہاس پران کا اور لوک ریوہار کی ستھاپنا دھرم شاستر کا مضمون ہے۔ بالمیکی رامائن کے مطابق پرانوں میں ماضی و حال اور مستقبل تینوں زمانوں کے اہم واقعات کا ذکر ہے۔ سمنت جی نے مہاراج دشرتھ کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ان کے ہاں کس طرح پتر پیدا ہونے والا ہے۔ یہ بات سمنت کو پرانوں کی کتھا سن کر ہی معلوم ہوئی تھی۔ مہابھارت میں صاف لکھا ہے کہ پرانوں میں آدی ونشوں کے ورنن ہوتے ہیں۔ ان پرمانوں سے ثابت ہے کہ پران نتیہ اور سناتن ہیں۔ مندرجہ ذیل پرمانوں الوچنا سے ہی پرانوں کے سرگ۔ پرتی سرگ۔ ونش ستوتر اور ونشانو چرت۔ یہ پانچ لکشن ستھر کئے گئے ہیں۔ یہی پران ودیا ہے۔

کلپ انتر میں پران ایک ہی تھا۔ جو سو کروڑ شلوکوں میں درج تھا۔ برہما جی نے یاد کر کے پرشوں کو اس کا اپدیش دیا تھا۔ وقت کے مطابق اس عظیم پران ساہتیہ کا جب لوگوں کے لئے حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ تب بھگوان ویاس روپ دھارن کر کے ہر دواپر میں اس کا اختصار کیا کرتے ہیں۔ اس وقت پران کے شلوکوں کی تعداد چار لاکھ رہ جاتی ہے۔ اس ایک ہی پران کو وہ اٹھارہ حصوں میں بانٹ دیتے ہیں۔ ہر دواپر میں ایسا ہی ہوا۔ اور پرانوں کی تعداد ایک سے اٹھارہ ہو گئی۔ کچھ لوگ یہ شک کرتے ہیں۔ کہ اگر سب پران ویاس جی نے ہی لکھے ہیں۔ تو انکی عبارت میں فرق کیوں ہے۔ مختلف پرانوں مختلف دیوتاؤں کو سب سے اعلیٰ بتانے میں کیا راز ہے۔ کیا ایک ہی مصنف اپنے گرنتھوں میں مختلف رائے دے سکتا ہے۔ پرانوں کا مطالعہ کرنے سے کوئی بھی غیر جانب دار مفکر یہ ماننے کو تیار نہ ہوگا کہ سب پران ایک ہی مصنف کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔ اور ایک ہی قلم سے لکھے گئے ہیں۔ پرانوں کے متعلق اور بھی کئی سوالات ہیں۔

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ پران ویدوں کی طرح ہی پراچین اور انادی کال سے چلے آ رہے ہیں۔ وہ ویاس دیو سے بھی پہلے کے ہیں۔ پرانوں کے پاٹھک یہ بھی جانتے ہیں کہ تمام پرانوں کے بیان کرنے والے اور سننے والے الگ الگ ہیں۔ اور وہ مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر کہے اور سنے گئے ہیں۔ اس لئے ان کی شیلی (طریقہ بیان) میں انتر ہونا قدرتی ہے۔ ویاس دیو جی نے تو صرف ان کو اکٹھا کیا ہے۔ اور ان کو اٹھارہ حصوں میں لکھ کر اپنے ویاس نام کو سارتھک کیا ہے۔ ویاس جی نے سو کروڑ شلوکوں کو چھانٹ کر چار لاکھ شلوکوں میں ہی پرانوں کا سنکلن کیا ہے۔ وہ مختلف پران کاروں دوارہ بیان کی گئی مختلف دیوتاؤں کی سروسریشٹھتا کو کیسے نظر انداز کر سکتے تھے۔ مختلف یگوں اور کلپوں میں جیسی دھارنا تھی وہ ہی انہوں نے بیان کر دی۔ اگر پرم پتا پرماتما ایک ہیں اور ان کی ہر لیلا سروسریشٹ ہے۔ اسی بھاؤنا کو سامنے رکھ کر ہر دیوتا کو سروسریشٹ بتایا گیا ہے۔"

ماخوذ ہندو ہفتہ وار جالندھر"

اوم

پراچین بھارت کا بے مثال کریکٹر

مہرشی شنکھ اور لکھت کی کتھا

رشی شنکھ اور لکھت دو سگے بھائی تھے۔ دونوں دھرم شاستروں کے مہان گیاتا تھے۔ ودیا گرہن کرنے کے بعد دونوں نے شادی کر لی اور اپنے الگ الگ آشرم بنا کر ودیا دان کا کام کرنے لگے۔ وہ ایک دوسرے سے ملنے بھی آجایا کرتے تھے۔

اسی طرح ایک دن رشی لکھت اپنے بڑے بھائی شنکھ سے ملنے چل پڑے سوچا، کافی دن بیت گئے ہیں۔ بھائی اور بھابی سے مل ہی آئیں۔ اور ساتھ ہی ایک منتر کی ویاکھیا بھی وہ ان سے پوچھنا چاہتے تھے۔ وہ اپنے بڑے بھائی کے آشرم میں پہنچے۔ تو وہاں نہ اُنکے بھائی تھے۔ اور نہ بھابی کی تھیں۔ اتنا لمبا سفر طے کرنے کے بعد لکھت کو بھوک لگ رہی تھی بھابی ہی ہوتیں، تو وہی اُنکو بھوجن وغیرہ کرا دیتیں۔ وہ بھی نہ تھیں۔ لکھت سے رہا نہ گیا۔ انہوں نے شنکھ کے آشرم کے ایک درخت سے پھل توڑے۔ اور اُسے کھانے لگے۔ ابھی وہ پھل کھانا سماپت بھی نہ کر پائے تھے۔ کہ اُنکے بھائی شنکھ آ گئے۔ لکھت نے اُنکو پرنام کیا۔

رشی شنکھ اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھکر بے حد خوش ہوئے اور اُنکو بڑے آدر سے اپنے پاس بلایا۔ اُن کا کشل سماچار پوچھا۔ پھر بولے۔ "بھائی! تم یہاں آئے اور میری غیر حاضری میں اس باغ کو اپنا مان کر تم نے اس درخت سے پھل توڑے اور کھائے بھی۔ لیکن تم رشی ہو کر بھی دھرم پر نہیں چلے۔ رشی کا تو دھرم ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ اس کا دھرم ہی نہ رہا تو باقی کیا رہ گیا۔ اور تم بھلی بھانتی دھرم کا تو جانتے ہو۔ اگر کسی ویکتی کی غیر حاضری میں اُس کی چیز لے لی جائے تو جانتے ہو اُسے کیا کہتے ہیں؟

لکھت تو پہلے ہی جان گیا تھا کہ اُس نے کام غلط کیا ہے۔ اُس نے بھائی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ "اس حرکت کو چوری ہی کہیں گے اور کیا؟" ۔ پھر ذرا رک کر بولے۔ "بھائی یہی حرکت مجھ سے ہوئی ہے۔ آپ یہ کہنا چاہتے ہیں نا؟ بات ٹھیک ہے۔ اب بتایئے۔ اس کے پرائشچت میں کیا کرنا چاہیئے۔؟"

شنکھ نے کہا۔ "تم نے چوری کی ہے۔ اس کا پرائشچت نہیں ہوتا۔ سزا ہوتی ہے۔ اور تم خود ہی اپنے آپ کو سزا نہیں دے سکتے۔ سزا دینا تو راجہ کا کام ہے۔ تم راجہ کے پاس جاؤ اور اپنے لئے سزا مانگو۔"

رشی لکھت کو چین نہ تھا۔ وہ اُسی وقت راجدھانی کی طرف چل پڑے۔ اتفاق سے اُس وقت راج سبھا لگی تھی۔ لکھت سیدھے وہاں چلے گئے۔ راجہ نے اٹھ کر رشی کا ستکار کرنا چاہا۔ مگر رشی لکھت نے اُنکو روک کر کہا۔ "راجن! اس وقت میں کسی ستکار کا ادھکاری نہیں ہوں میں نے اپرادھ کیا ہے میں تو سزا دیئے جانے کا حقدار ہوں۔ مجھے سزا دو" اور رشی لکھت نے اپنے اپرادھ کی کہانی کہہ سنائی۔ راجہ نے ساری بات سُنی۔ اور جواب دیا۔ رشی ور۔ راجہ کو سزا

دینے کا ادھیکار ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ راجہ کسی بھی اپرادھ کو کھشما کرنے کا ادھیکار بھی رکھتا ہے۔"

لکھت نے راجہ کو بیچ میں ٹوک کر کہا۔ "راجہ کا کام اپرادھ کی نوعیت طے کرنا نہیں ہے۔ اپرادھ کا ودھان نشچت کرنا براہمن کا کام ہے۔ تم اس ودھان کی طرف عملی صورت دے سکتے ہو۔ تم مجھے دنڈ دو۔ ودھان میں جو سزا ہے وہی مجھے دو۔ تبھی میری آتما کو شانتی ملے گی۔"

اس وقت ودھان کے انوسار چوری کی سزا ہاتھ کاٹ دینے کی تھی۔ چنانچہ راجہ نے بھی لکھت کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے۔ ہاتھ کٹوا کر لکھت خوش ہو گئے اور خوشی خوشی اپنے بڑے بھائی کے پاس لوٹے۔ بولے "بھیا! دیکھو میں راجہ سے سزا لے آیا ہوں۔ ......"

ابھی اُنکی کہنیوں کے زخم ٹھیک نہ ہو پائے تھے۔ بھائی کو دکھ تو بہت ہوا۔ مگر کرتویہ تو یہی کہتا ہے۔ شنکھ رشی نے کہا۔ "لکھت! سندھیا ہو گئی ہے۔ چلو ندی میں جا کر اشنان کر آئیں۔"

نہا کر سمے عادت کے انوسار لکھت نے اپنے کٹے ہاتھ پرارتھنا کے لئے اُٹھا دیئے۔ اُن کو یہ بھی یاد نہ رہا تھا کہ اُن کے ہاتھ ندارد ہیں۔ انہوں نے حیرانی کر دیکھا کہ ہاتھ جوں کے توں لگے ہیں۔ شنکھ نے سمجھایا۔ "یہ ہاتھ اب تجھے میرے ہی کارن ملے ہیں۔ دنڈ دینے کا ادھیکار راجہ کا ہے۔ رشی کھشما کر سکتا ہے۔"

نوٹ:۔ ہندوؤں کا اتنا بلند اخلاق پرانک گرنتھوں کے پٹھن پاٹھن سے بنا۔ جن لوگوں نے پرانک گرنتھوں کی (اپنی) لاعلمی اور دشمن کی باتوں کے پربھاؤ میں آکر مخالفت کی ہے۔ انہوں نے گویا ہندو دھرم کی جڑوں کو کاٹنا چاہا ہے۔ جب تک ہمارے دیش میں پرانک گرنتھوں کا پرچار رہے گا۔ ہندو دھرم مضبوط بنے گا۔ دیش کا اخلاق سدھریگا۔ پاپیوں کا ناش ہوگا۔ لوگ دھرم کی طرف رجوع کرینگے۔ اور ادھرم کا ناش ہوگا۔ کیونکہ ان گرنتھوں میں بھینک روچک اور تیھارتھ اُپدیش ملتے ہیں۔۔

بولو۔ دھرم کی جے ہو۔ ادھرم کا ناش ہو۔ پرانیوں میں سد بھاونا ہو۔ وشو کا کلیان ہو۔"





میں تو دیکھوں ہر طرف بھگوان کو

(از قلم پنڈت ستیہ پال جی عارف)

مَیں تو دیکھوں ہر طرف بھگوان کو　　آپ کو وہ کیوں نظر آتا نہیں
اس کا ہی جلوا ہے ہر سُو چھا رہا　　ہیں جدھر دیکھوں اُسے پاؤں وہیں
دیکھکر اُس کو نہیں جو دیکھتے　　تم سمجھ لو اُن کی پھر آنکھیں نہیں
کُل جہاں ہی جسم ہے بھگوان کا　　اور کچھ اس کے سوا ہر گز نہیں
تیرے اندر بھی ہے وُہ ہی بولتا　　دیکھتے اس کو کہیں جانا نہیں
ہر جگہ ہر وقت وہ موجُود ہے　　اس کا ثانی مل نہیں سکتا کہیں
اس کا کوئی بھی نہیں آغاز ہے　　اور پھر انجام بھی کوئی نہیں
سب کے دل کی بات ہی وہ جانتا　　اُس سے کوئی راز بھی مخفی نہیں
تیرے ہر اک فعل پر اُس کی نظر　　اُس سے تو کچھ بھی چھپا سکتا نہیں
حُکم اُس کا ہر دو عالم پر چلے　　اُس سے بچ کر جا نہیں سکتے کہیں
کچھ عمل کر کے دکھا عارف ہمیں　　خالی باتوں پہ نہیں ہم کو یقیں

تیرا نام لیکر ہی میں جی رہا ہوں

(از پنڈت ستیہ پال جی عارف)

سِوا تیرے دُنیا میں ہے کون میرا　　ترا نام لے کر ہی میں جی رہا ہوں
مجھے تے کی ہرگز نہیں کچھ ضرورت　　میں امرت ترے نام کا پی رہا ہوں
شرن تیری میں آج تو آ گیا ہوں　　ہُوا کیا جو میں پہلے پاپی رہا ہوں
کبھی تو مجھے ہوگا دیدار تیرا　　اسی ایک اُمید پر جی رہا ہوں
ریاضت کا تو ذکر ہی کیا کروں میں　　میں غافل ترے نام سے بھی رہا ہوں
ترے بن زباں پر نہ کچھ اور آئے　　مَیں لب اپنے خود اسلئے سی رہا ہوں
میں نادم ہوں عارف کہ بھگوان سے بھی　　میں کرتا سدا ہیرا پھیری رہا ہوں

اوم اوم

ایڈیٹر

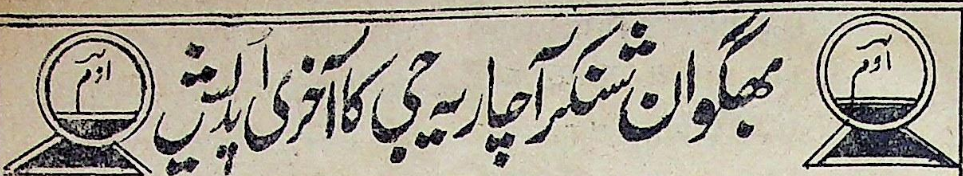
ہمارے گورو اور اُن کے دھرم گرنتھ

1. مہرشی جیمنی (شش شیہ مہرشی وید ویاس جی) انہوں نے میمانسا درشن لکھا
2. مہرشی پاتنجلی .. .. .. یوگ درشن
3. مہرشی کپل .. .. .. سانکھ درشن
4. مہرشی کناد .. .. .. ویشیشک درشن
5. مہرشی گوتم .. .. .. نیائے درشن
6. آد جگت گورو سوامی شنکر آچاریہ ادویت سدھانت کے پرورتک
7. جگت گورو شری رامانج آچاریہ وششٹ ادویت .. .. ..
8. جگت گورو شری ولبھ آچاریہ شُدھ ادویت .. .. ..
9. جگت گورو شری نمبا آچاریہ دویت ادویت سدھانت .. ..
10. جگت گورو شری مادھو آچاریہ دویت سدھانت .. ..
11. مہاتما بدھ شونیہ واد .. .. ..
12. گورو نانک بھگتی۔ یوگ اور گیان تینوں کے پرورتک

سناتن رشیوں کے مہان گرنتھ جن پر ہندو دھرم کی بنیاد قائم ہے

بیس ۲۰ سمرتیاں

(۱) منو سمرتی۔ (۲) اتری سمرتی۔ (۳) وشنو سمرتی۔ (۴) ہاریت سمرتی۔ (۵) یاگیہ ولکیہ سمرتی۔
(۶) اوشنس سمرتی प्रौशानस स्मृति (۷) انگی رس سمرتی۔ (۸) یم سمرتی۔
(۹) اپستمبو سمرتی अपस्तम्ब स्मृति: (۱۰) سوورت سمرتی सवर्त स्मृति
(۱۱) برہسپتی سمرتی۔ (۱۲) کاتیائن سمرتی۔ (۱۳) پاراشر سمرتی۔ (۱۴) ویاس سمرتی۔ (۱۵) شنکھ سمرتی۔ (۱۶) لکھت سمرتی۔
(۱۷) دکش سمرتی۔ (۱۸) گوتم سمرتی۔ (۱۹) شاتا تپ سمرتی शातातप स्मृति (۲۰) واشِشٹ سمرتی۔



بھگوان شنکر آچاریہ جی کا آخری اپدیش

اپنا جیون کال سماپت کرنے پر بھگوان شنکر نے کیلاش جانے سے پہلے اپنے بھگتوں کی پرارتھنا پر عام لوگوں کو یہ عملی سندیش دیا۔

वेदो नित्यमधीयतां　　तदुदितं कर्म स्वनुष्ठीयतां ।
तेनेशस्य विधीयतां　　अपचितिः काम्ये मतिस्त्यज्यताम ।
पापौघः परिधूयतां　　भव मुखे दोषोऽनुसन्धीयतां
आत्मेच्छा व्यवसीयतां　　निज गृहात्तूर्ण विनिर्गम्यताम् ॥

پرتی دن ویدوں کا پاٹھ کرو۔ ان میں جن دھارمک کاریوں کا ورنن ہے۔ انہیں اپنے جیون میں گرہن کرو۔ اور اسی طریقہ سے ایشور کی ارادھنا کرو کارئیہ کرو لیکن پھل کی آشا مت کرو۔ برائیوں کو دور پھینک دو۔ آپ اپنا جیون آرام اور آنند سے بسر کرتے ہو تو بھی اس جیون کے آنند میں خامیوں کی تلاش کرو۔ آتم گیان کی پراپتی کی اچھیا دریڑھ بناؤ اپنا گھر جتنی جلد ہو سکے چھوڑ دو۔ (ارتھات زندگی سے موہ نہ کرو۔ اسے ہی سب کچھ نہ سمجھو۔ "

सङ्गः सत्सु विधीयतां,　　भागवतो भक्ति दृढाऽऽधीयतां
शान्त्यादिः परिचीयतां,　　दृढतरं कर्माशु संत्यज्यताम् ।
सद्विद्वानुपसृप्यतां,　　अनुदिनं तत्पादुका सेव्यताम्
ब्रह्मैकाक्षरमर्थ्यतां　　श्रुति शिरोवाक्यं समाकर्ण्यताम् ॥

اچھے لوگوں کی صحبت میں رہو۔ ایشور کے پرتی اگادھ اور غیر متزلزل شردھا پیدا کرو۔ سہن شکتی پیدا کرنے کا پرتن کرو۔ برہم ودیا پراپت کرو۔ بھگوان کے چرنوں کی ارادھنا کرو۔ پورانوں پر وشواس کرو۔ اپنشدوں کو شرون کرو۔

वाक्यार्थः सुविचार्यतां,　　श्रुति शिरः पक्षः समाश्रीयतां ।
दुस्तर्कात्सुविरम्यतां,　　श्रुति मत स्तर्कोऽनुसंधीयताम् ।
ब्रह्मास्मीति विभाव्यतां,　　अहरहर्गर्वः परित्यज्यतां
देहेऽहं मति रुज्झ्यतां,　　बुधजनैर्वादः परित्यज्यताम ॥

مہاواکیوں کا صحیح ارتھ جانو اور سمجھو۔ اپنشد جو کچھ کہتے ہیں وہی صحیح ہے اسے ہی تسلیم کرو۔ خواہ مخواہ کی نکتہ چینی اور دلیل بازی سے احتراز کرو۔ اور اپنشدوں میں جو دلائل دیئے گئے ہیں انہیں ہی صحیح اور آخری تسلیم کرو۔ برہمن (اصل معنوں میں) بننے کی کوشش کرو۔ مختصر یہ کہ گھمنڈ کا پری تیاگ کرو۔ "میں" کا احساس چھوڑ دو کیونکہ ان باتوں میں غرور کا عنصر ہے۔ ودوانوں کے ساتھ دلیل بازی مت کرو کیونکہ ودوانوں کی سمجھ بوجھ عام لوگوں سے یقینی طور پر زیادہ ہوتی ہے۔

क्षुद्व्याधिश्च चिकित्स्यतां,　　प्रति दिनं भिक्षौषधं भुज्यतां ।
स्वाद्वन्नं न तु याच्यतां,　　विधिवशात्प्राप्तेन संतुष्यताम् ॥
औदासीन्यमभीप्स्यतां,　　जन कृपानैष्ठुर्यमुत्सृज्यतां
शीतोष्णादि विषह्यतां,　　न तु वृथा वाक्यं समुच्चार्यताम् ॥

بھوک کو ایک روگ سمجھو" بھکشا میں جو مل جائے اس پر قناعت کرو۔ سوادشٹ بھوجن کی بھکشا مت مانگو۔ جو کچھ تمہیں اتفاق سے مل جائے اُسی پر سنتوش کرو۔ اپنے من کو بے لاگ رکھو۔ سہ نہ کاہو سے دوستی نہ کاہو سے بیر" سردی، گرمی کو ایک سمان سمجھو۔ بیہودہ اور بے مطلب کی باتیں کہنے سے گریز کرو۔ کیونکہ یہ مورکھتا ہے۔

एकान्ते सुखमास्यतां,　　परतरे चेतः समाधीयतां
पूर्णात्मा सुसमीक्ष्यतां,　　जगदिदं तद्बाधितं दृश्यतां
प्राक्कर्म प्रविलाप्यतां　　चितिबलान्नाप्युत्तरैः श्लिष्यतां
प्रारब्धं त्विह भुज्यतां　　अथ परब्रह्मात्मना स्थीयताम् ॥

ایکانت میں بڑے آرام سے بیٹھ جاؤ۔ اپنے من کو پار برہم سے اکاگر کردو۔ سرشٹی میں آتم کی رچنا دیکھو۔ گیان پراپتی کرو" سنچت کرموں کو دور پھینک دو تم بھوشیہ سے متاثر نہ ہوگے۔ پراربدھ کو سماپت کردو۔ اپنی آتما کو پار برہم پرماتما میں لین کردو۔"



"وقت"

از قلم شری سنگو پرشاد جی

بیکار ہے سر دھننا۔ بیکار ہے جی کھونا
جب وقت نکل جائے پھر بعد کو کیا ہونا

یہ عمر کی گھڑیاں ہیں گھٹتی ہیں تو گھٹنے دو
اک وقت معیّن ہے تشویش سے کیا ہونا

افسوس جوانی کی کچھ قدر نہ کی ہم نے
مٹی جسے سمجھے تھے در اصل وہ تھا سونا

افتاد و مصائب سے ہم چھٹ نہ سکے ہرگز
مر مر کے جیئے بھی تو اس زیست سے کیا ہونا

ہر ذرّہ یہاں کا ہے گو بیش بہا لیکن
جو چیز نہ ہاتھ آئے اُس کے لئے کیا رونا

مطلب کی یہ دُنیا ہے افسوس نہ ہم سمجھے
تھا بیج محبّت کا ہرگز نہ یہاں بونا

وہ آگے ہوں یا پیچھے جائینگے سبھی اک دن
اس عالم فانی میں کیا صبر و سکوں کھونا

سب عمر یوں ہی گذری کچھ کام نہ کر پائے
اب عالم پیری میں منہ اشک سے ہے دھونا

نازاں ہو عبث سنگو اس زیست دو روزہ پر
اک روز تو تمکو بھی اس خاک میں ہے سونا

اوم اوم

صلح کہ جنگ؟ گنگا ترنگ

قسط مسلسل

(سوامی رام)

زبردست اعتراض۔ ٹینی سن TENNYSON نے ایک جگہ لکھا ہے۔

"یعنی جو کچھ میں نے دیکھا یا سُنا میں خود اس کا ایک رُکن اعلیٰ تھا" البتہ یہ مقولہ تو قابل تسلیم ہے۔ کیونکہ کوئی چیز محسوس نہیں ہو سکتی جبتک کہ ہم اسکی موجودگی میں ایک جزو عظیم (یعنی دانندہ) نہ بنیں لیکن تمہارا یہ کہنا کہ جو نظر آتا ہے۔ "کل میں ہی میں ہوں" یقین کا دامن توڑتا ہے۔ دیکھئے! اشیاء کے نظر آنے میں نہ صرف تمہارا دیکھنا ہی لازمی ہے۔ بلکہ تمہارے جسم سے باہر کسی ہستی کا موجود ہونا بھی اشد ضروری ہے۔ اگر سامنے کچھ نہ ہوگا۔ تو تمہیں شہر دریا مکان وغیرہ کبھی نظر نہ آئینگے۔ اگر تمہاری طاقت شنوائی پر کوئی باہر سے اثر ڈالنے والی قوت موجود نہ ہوتی تو لاکھ کان کھول کھول کر دھیان پڑے دھرو۔ کچھ سُنائی نہیں دیتا۔ اگر تمہارا خیال سب کچھ ہے۔ تو پانی پانی کا تصور جمانے سے پیاس کیوں نہیں بجھا لیا کرتے؟ اگر کان آنکھ ناک وغیرہ پر باہر سے کچھ اثر نہ پڑے تو بھی کچھ محسوس نہ ہوگا۔ اور اگر اندرونی طاقت عمل نہ کرے تو بھی اشیائے بوقلموں تاریکیٔ عدم میں رہینگی۔ جیسے ادھر ڈبیا کی رگڑ اور ادھر دیا سلائی کے مصالحے کی رگڑ سے آگ نمودار ہو آئی۔ ویسے ہی یہ سرو کا بوٹا بہ حیثیت سرو باہر اور اندر سے عمل اور جواب عمل کی بدولت موجود ہو آتا ہے۔

جواب۔ (از رام) رام آپ کے خیال کو واضح کرکے جواب دیتا ہے۔ عید کا چاند بہ حیثیت چاند تب نمودار پر تکش ہوتا ہے۔ جب میرا خیال وہاں لڑتا ہے۔ لیکن خیال لڑنے سے پیشتر بجائے چاند کچھ نہ کچھ موجود تھا جس نے بصارت پر عمل یا اثر کیا۔

کیا یہ چاند تھا؟ ہرگز نہیں۔ چاند تو خیال لڑنے کے پیچھے ظہور میں آیا۔ خیال لڑنے سے پیشتر اسکی ہستی کی بابت صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ منبع تاثیر ہے۔ پس اس کو چیتن کہنا بجا ہے۔

اسی طرح مندر بہ حیثیت مندر تب موجود ہوتا ہے۔ جب تمہاری طرف سے جواب عمل REACTION غور کی صورت میں سرزد ہوتا ہے۔ ورنہ دراصل پہلے چیتن ہی چیتن ہے۔

کیرتن (نغمہ) بہ حیثیت کیرتن کب پیدا ہوا؟ جب تم نے خیال کا دم چھیڑا۔ کیا پہلے نیست تھا؟ نہیں — عمل کنندہ چیتن ہی چیتن تھا۔

سیدابہ انگور خوش ذائقہ کب تھے؟ جب تم نے توجہ مبذول فرمائی۔ ورنہ چیتن ہی چیتن ہے۔ ریشم اس قدر نرم اور صاف کیسے ہوا؟ تمہارے سپرش (چھونے) کے باعث۔ ورنہ چیتن ہی چیتن ہے۔

سوال :- مانا کہ ہمارے توجہ دینے کے بعد ہی چاند یا گنگا نظر آئی۔ الّا ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ چاند یا گنگا پہلے ہی سے موجود نہ تھے۔

جواب - پدارتھ (شئے) بہ حیثیت پدارتھ تب موجود ہوا جب باہر سے چتن کے عمل کا تمہارے اندر سے (غور، توجہ کی شکل میں) جواب ملا۔ جیسے شیشے میں عکس صرف تب ہویدا ہوا۔ جب شیشہ میں منہ دیکھا گیا۔ شیشہ میں منہ دیکھنے سے پہلے تمہیں کوئی اختیار نہیں کہ شیشہ میں رخسار کی موجودگی کو فرض کر لو۔

پنجاب کے ایک گاؤں کے باہر رات کے وقت دیہاتی لڑکوں میں کھیلتے کھیلتے شرط بندھی کہ جو لڑکا اس وقت قبرستان میں جا کر ایک کھونٹی گاڑ آئے۔ اس کی بہادری مانی گے + ایک بنیئے کا لڑکا شیخی کے مارے تیار ہو گیا۔ اور قبرستان کی طرف چلا تو سہی۔ پر مارے خوف کے جان مٹھی میں آ رہی تھی۔ دل دھڑک رہا تھا۔ پہلے تو قبروں کے کتبوں کو اندھیرے میں دیکھ کر ڈرا۔ جنگل کی سنسناہٹ سے سراسیمہ ہوا۔ جب لکڑی کو پتھر سے ٹھونکنے لگا تو تذبذب اور دہشت نے حواس باختہ کر دیئے تھے۔ اس کی دھوتی کا دامن کھونٹی کی نوک سے اڑ گیا۔ کھونٹی کے ٹھونکتے ٹھونکتے دھوتی بھی زمین میں دھنستی گئی۔ جب واپس جانے کو اٹھا تو کپڑے کو سخت کھینچ آئی۔ وہم نے ڈراؤنی صورتیں تو پہلے ہی آنکھوں کے سامنے پھیر رکھی تھیں۔ کپڑا پکڑا گیا دیکھ کر بے اختیار چیخیں مارنے لگا۔ سخت چلّانے لگا۔ پر منہ سے صرف بھو...بھو... نکلا تھا کہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔

کیا یہ بھوت باہر سے آیا۔ کہ اندر سے؟

اے غریب! بھوتوں کا مالک (بھوتشنکر) تو ہی ہے۔ جن (بھوت) تیری آنکھ سے پیدا ہوا۔ تیرے اشارے سے موجود ہوا۔ کپڑا بھی کسی غیر نے نہیں پکڑا۔ تو نے خود زمین میں گاڑا ہے۔ خود کردہ کر تو تو نے پروا ویلا چہ معنی؟"

یہی حال اُن لوگوں کا ہے۔ جو جہل (اگیان) کی تاریکی میں محسوسات کی قبروں پر شیخی کے مارے کھونٹی گاڑنا چاہتے ہیں۔ اندر سے قافیہ تنگ ہو رہا ہے۔ اوسان خطا ہو رہے ہیں۔ ششں و پنج میں پڑے ہیں۔ پر باہر سے چوٹ پر چوٹ برابر لگائے جاتے ہیں۔ موہ اور کام کی کھونٹی گاڑے جاتے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی نہیں کہ ایسا کرنے سے اپنی حقیقی عزت کو مٹی میں ملا رہے ہیں۔ اور اپنے تئیں خود گرفتار کر رہے ہیں۔ پتوں کی کھڑکھڑاہٹ سے ہوا کی سرسراہٹ سے دم بہ دم نہیں رہنے پاتا۔ گاہ بگاہ چونک پڑتے ہیں۔ "ہائے ظلم! وائے ستم! مارے گئے! لٹ گئے۔" اور محسوسات کے قبرستان سے مراجعت کرتے وقت (یعنی بوقت نزع) تو گویا سخت کھینچا تانی رگڑ سے دکھ پاتے رہتے ہیں۔

اے وارثانِ گنجِ معرفت! تم اپنے ہی وہم کے کیل سے خود مت جکڑے جاؤ۔ تمہیں کوئی کھینچنے والا نہیں۔ یہ پنچ (پانچ) بھوت (عناصر) تمہارے بنائے ہوئے ہیں۔ جھجک اور خطرہ رفع کر دو۔ تمہارے کھونٹی گاڑتے گاڑتے بھوت نمودار ہو گیا پہلے کوئی بھوت نہ تھا۔

سوال :- جب ہم نے دیکھا تو چاند یا گنگا نظر آئے اب کیا ہم انومان سے نہیں کہہ سکتے کہ وہاں پہلے بھی چاند اور گنگا ہی موجود تھے

جواب۔ انومان یہاں کیونکر چل سکتا ہے۔ ویاپتی (راس اوسط MIDDLE TERM کہاں سے لاؤگے؟ اُداہرن (مثال) کیسے پیدا کروگے؟ جو شے ہے وہی چیتن ہے تمہارے دیکھنے سے شے (پیدا) ہو جاتی ہے۔

سوال۔ آپ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ یہ دیوار میرے خیال (جواب عمل) کی بدولت پیدا ہوئی۔ اور صرف دید مد ید (درشٹی سرشٹی) ہی ہے! میں اسکو ہاتھ سے محسوس کرسکتا ہوں۔ اسے ٹھپکار کر آواز سن سکتا ہوں۔ زبان سے چاٹ سکتا ہوں ناک سے سونگھ سکتا ہوں۔

جواب۔ آنکھ کی راہ تمہاری برتی (خیال) نرم یا سخت بن ہو آتی ہے۔ سامعہ کی شکل میں تمہاری برتی (غور) دیوار کا آواز بن نکلتی ہے۔ شامہ کی حالت میں تمہاری توجہ ہی بو محسوس کرتی ہے۔ اسی طرح ذائقہ بہ حیثیت ذائقہ باہر سے نہیں آتا۔

سوال:۔ اگر ہمارے خیال سے سب ظہور میں آتا ہے۔ تو ہم جہاں چاند دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے کہنے سے وہاں سورج کیوں نہیں دکھائی دے دیتا؟ جس کو آج ہم نے کالج دیکھا ہے۔ وہ کل گنگا کیوں نہیں نظر آیا؟

جواب:۔ آپ کے اس جملے سے یہ صاف بتایا جاتا ہے کہ "مقام" (مکان۔ دیش) SPACE ہمارے خیال سے باہر کوئی شے ہے۔ "مکان" کو آپ نے جدا قرطاس ایسا تسلیم کیا ہے۔ جس پر خیال کی تصویریں ہمارے ذہن سے نکل سکتی ہیں۔ اسی طرح جو آج کالج ہے۔ وہ کل گنگا کیوں نہیں ہو جاتا؟ اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے ٹائم (آج یا کل وغیرہ) کو ہمارے اختیار سے باہر تسلیم کیا ہے۔ اور صرف صُور منصورہ کا ہمارے خیال میں ہونا مانا ہے۔

پس یہ سوال آنجناب کا ظاہر کر رہا ہے کہ آپ نے ویدانت کے دعوے کو سمجھا ہی نہیں۔ ویدانت تو یہ بتاتا ہے کہ نہ صرف چاند و سورج اور کالج گنگا میرے ذہن سے برآمد ہوتے ہیں۔ بلکہ خود دیش اور کال بھی میری دید مد ید ہیں۔

اس رمز کو نہ سمجھنے کی وجہ عموماً یہ ہوتی ہے کہ لفظ "میں" کا مفہوم اصلی عام لوگوں کی سمجھ میں جھٹ پٹ نہیں آتا۔ بار بار اس لفظ "میں" کے معنوں میں گڑبڑ کر جاتے ہیں۔ میں کا امتداد ہڈی اور چمڑی کے درمیان واقع نہیں ہے۔ میں کی وسعت ساڑھے تین ہاتھ نہیں۔ میں کا حدود اربعہ لا انتہا ہے۔ جیسے سوپن میں اس میں کے اندر ادھر ایک بندہ فقیر یا امیر بن جاتا ہے (وِشٹی) ادھر طاس و صحرا کوہ و دریا موجود ہوتا ہے۔ (سمشٹی) ویسے جاگرت میں اسی ایک "میں" کے اندر ادھر SUBJECT ایک شخص یعنی INDIVIDUAL ظاہر ہو آتا ہے۔ ادھر تمام دنیا نمودار ہو آتی ہے (OBJECT) ادھر دیش کال وستو ایک ثردیشٹر SUBJECT کے اندر دماغ میں اُگ پڑتے ہیں۔ ادھر دنیا بھر میں موجود ہو آتے ہیں۔

خواب میں اگر آپ شیر سے مغلوب ہو جاتے ہیں تو کیا شیر آپ کا خیال خواب نہیں تھا؟

ادھر مغلوب جسم آپ کا خیال تھا اُدھر غالب شیر آپ کا خواب تھا۔ حقیقتاً آپ کے اپنے آپ میں سب کو تاک مفروضہ ہے۔

"جاگو اپنے آپ میں۔ تم ہی سرب شکتیمان شدھ چیتن خالق مکین و مکان ہو۔"

(باقی پھر)

اوم

امرت راجہ رام کی سرنی

گورو ارجن دیو جی

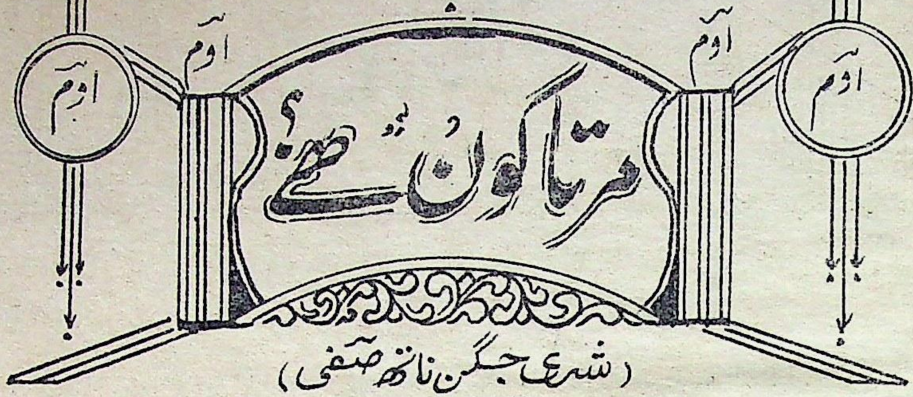
محلہ 5 رہاؤ

سرب لوک مایا کے منڈل گر گر پڑتے دھرتی
شاستر سمرتی وید ویچارے مہا پُرکھن ایہہ کہیا
بن ہری بھجن ناہیں نستارا سُکھ نہ کِنہوں لیا
تین بھون کی لکشمی جوڑی بوجھت ناہیں لہرے
بن ہری بھگتی کہاں ٹھہرت یا دے پھرتے پھرے پھرے
انک وِلاس کرت من موہن پورن ہوت نہ کاماں
جلتو جلتو کبہوں نہ بوجھت سگل برتھے بن ناماں
ہری کا نام جپو میرے میتا ایہہ ہی سار سُکھ پورا
سادھ سنگت جنم مرن نِوارے نانک جن کی دھورا

(یہ امرت [illegible])

بھاوارتھ :۔ گورو ارجن دیو جی فرماتے ہیں۔ کہ اے منش! اگر تو چاہتا ہے کہ مایا موہ کے جال سے تمھارا چھٹکارا ہو۔ تو تو راجہ رام (بھگوان رام) کی شرن میں آ۔ سرب لوک (پرتھوی۔ آکاش۔ سورج۔ چاند۔ منگل۔ سورگ لوک۔ پاتال لوک وغیرہ) جتنے بھی مایا کے منڈل ہیں۔ ان میں جیو جاتا ہے۔ اور سورگ آدی لوکوں میں اپنے کرموں انوسار وقت گزار کر آخر پرتھوی لوک پر اسکو واپس آنا پڑتا ہے۔ اس لئے سورگ کی بھی خواہش کو چھوڑ دے۔ وید۔ شاستر۔ سمرتیاں اور مہا پرشوں نے یہی کہا ہے۔ کہ بھگوان ہری کے بھجن کے بغیر جنم مرن کے چکر سے کبھی کسی کا چھٹکارا نہیں ہوا۔ اور نہ ہی اس کو سُکھ کی پراپتی ہوئی۔۔

نئے سال جنوری ۱۹۷۳ء کا سالنامہ ــ **”پرمارتھ انک“** کے نام سے منسوب ہوگا۔ جسمیں۔ ویراگ۔ بھگتی اور گیان کے مختلف مضامین ہونگے۔ نامہ نگار صاحبان اپنے لیکھ ہمیں یکم ستمبر ۱۹۷۲ء تک بھیجنے کی کرپا کریں۔“



(شری جگن ناتھ صفی)

وہ نہیں مرتے جو ایشور بھگت ہیں
مرتے ہیں جو بس وشے آسکت ہیں

پانچ تتوں کا ہوا کیا میل ہے
جیون اور مرتیو انوکھا کھیل ہے

جس نے سمجھا، کام اپنا کر گیا
ورنہ موہ مایا میں پھنس کر مر گیا

بھجتے ہیں جو ایشور کو رات دن
ہیں دھیاتے اسکو ہی جو رات دن

اُس سے بیمکھ ہو نہیں سکتے کبھی
نام جپتے وہ نہیں تھکتے کبھی

بھجن میں جو ایشور کے ہیں مگن
اسکے ہی چرنوں میں ہو جنکی لگن

وہ امر ہیں کال وش ہوتے نہیں
کھاتے بھوسندھو میں وہ غوطے نہیں

جس نے اپنے آپ یوں پہچان کر
کام اپنا کر لیا یاں آن کر

انت میں نروان پدپاتے ہیں وہ
ایشور میں لین ہو جاتے ہیں وہ

اوم اوم

چہل درویش

مصنفہ منشی سورج نرائن مہر

نوٹ :۔ رسالہ اوم میں پیشتر ازیں چودہ کہانیاں مسلسل شائع ہو چکی ہیں۔ اب پندرہویں سادھو کی کہانی ناظرین اوم کے پیش نظر ہے۔
کتاب چہل درویش نایاب ہو چکی ہے۔ نیا ایڈیشن چھپنے کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ اس لئے اوم کے خریداران کو چاہیے کہ وہ ان پرچہ جات کو سنبھال کر رکھیں۔ ایڈیٹر ‘‘

تیسری سمپتی۔ اُپ رتی یا سیری ‘‘

پندرہویں سادھو کی کہانی

اُپ رتی۔ عملی پہلو

اے مہر یاد رکھ کہ ہے دُنیا گر شتنی — تو اس میں پھنس گیا تو بس اندھیر ہو گیا
منظر بدلتے رہتے ہیں یاں خواب کی طرح — میرا تو دیکھ دیکھ کے دل سیر ہو گیا

نظم کے ختم ہونے کے بعد ایک سادھو نے کہا۔ مہاراج اُپ رتی کی کتھا، میں شروع کرتا ہوں۔ اُپ رتی یا اُپرام کے لغوی معنے خاتمے کے ہیں۔ اصطلاح میں اُپ رتی مَن کی اُس حالت کا نام ہے جس میں کیا اِس لوک اور کیا اُس لوک کے سب بھوگوں کی تمنّا انسان سیر ہو کر چھوڑ دیتا ہے۔ اور اُسے یقین واثق ہو جاتا ہے کہ سب ہیچ ہے۔ اس وجہ سے دلبستگی کے لائق نہیں۔ بیراگ میں چیز کو دوش درشٹی سے دیکھا جاتا ہے۔ یعنی محض اِس نظر سے کہ یہ بُری ہے اس سے پرہیز لازم ہے۔ اُپ رتی میں کسی چیز کو بھوگ کر اور اُس سے سیر ہو کر چھوڑ دیتے ہیں کہ ہمارے دل لگانے کے لائق نہیں ؛

میں نے ویدانت پڑھا تھا۔ لیکن شانتی نصیب نہیں ہوئی۔ آخر میں نے سوچنا شروع کیا۔ کہ جو آنند ویدانتی کو نصیب ہونا چاہیئے اور جس کا کتابوں میں جگہ جگہ ذکر پایا جاتا ہے مجھے کیوں نہیں ملتا۔ اس میں شاستر کا قصور ہے۔

یا میرا ہے۔ مہاراج اس نیت کا آسرا لے کر آدمی سوچنا شروع کیا کرتا ہے۔ تو اصلی حال اس سے چھپا نہیں رہتا۔ چنانچہ میرے دل نے گواہی دی۔ کہ تم نے صرف کتب ویدانت کے الفاظ پڑھے ہیں۔ انوبھو کرنے کی کوشش نہیں کی۔ دنیا کی چیزوں میں جیسی تمہیں پہلے دلچسپی تھی ویسی ہی اب بھی ہے۔ تم خوش خورد۔ خوش پوش۔ خوش باش آدمی جیسے آگے تھے۔ ویسے آج ہو۔ روپے کی وہی ہوس ہے۔ جاہ۔ منصب۔ عزت و حرمت اور نام و شہرت وغیرہ پر جس طرح پہلے جان دیتے تھے۔ ویسے ہی اب دیتے ہو۔ زن و فرزند اور اقارب و احباب میں جو ماومنی پہلے تھی وہی اب ہے۔ کھائی! گیان تو کجا چالیس برس عمر ہونے آئی برابر لٹھے کھوگتے رہتے ہو۔ اور تمہیں سیری نہیں ہوتی۔ اُپ رتی پیدا کرو۔ اُپ رتی ؟

اس خیال کے ساتھ دل نے گواہی دی۔ تمہیں لذیذ چیزیں کھانے کا بڑا شوق ہے۔ روز کھاتے ہو اور سیر نہیں ہوتے کیا جانوروں کی سی عادت ڈالی ہے۔ کھایا اور ہگ دیا۔ شاعر کہتا ہے: ؎

اندروں از طعام خالی دار — تا دراں نورِ معرفت بینی
تہی از حکمتی بعلت آں — کہ پُری از طعام تا بینی

لیکن معدے کو خالی رکھنا اور نورِ معرفت دیکھنا تو درکنار۔ تم تو اس شعر کے مصداق ہو۔ ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است — تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

پہلے اس کھانے ہی کا علاج کرو۔ دیکھو کس چیز پر طبیعت بہت دوڑتی ہے۔ بازار میں ایک حلوائی مٹھائی نہایت نفیس بناتا تھا۔ اور آتے جاتے دل للچاتا تو میں اکثر خرید لایا کرتا تھا۔ آج میں نے دو روپے جیب میں ڈالے اور جا کر حلوائی سے سب مٹھائیاں جو مجھے مرغوب تھیں ٹوکری بھروالا۔ ایکانت میں بیٹھ کر کھانی شروع کیں۔ پہلے پہلے تو بہت لذیذ معلوم ہوئیں لیکن کہاں تک۔ آخر من بھر گیا اور شکم بھی سیر ہو گیا۔ طبیعت نے چاہا کہ ہاتھ کھینچ لو۔ مگر میں نے کہا نہیں اور کھاؤ۔ چنانچہ کھائے گیا۔ لقمہ منہ میں نہیں چلتا تھا۔ مگر چبائے گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابکائی آئی۔ میں نے پروا نہ کی۔ اور ایک لڈو اور منہ میں ڈالا۔ اس کا ڈالنا تھا کہ قے شروع ہوئی۔ میں کلی کر کے پھر بیٹھا اور کھانا شروع کیا۔ پھر قے ہوئی۔ اور میں پھر بیٹھا۔ اس طرح قے کرتا کرتا دیوانہ ہو گیا۔ تو میں نے من سے کہا۔ لے بھائی مٹھائی ابھی اور باقی ہے کھانی ہے تو اور کھا لے۔ کل نہیں ملیگی۔ مہاراج وہ دن ہے اور آج کا دن ہے۔ کھانے کے لذیذ اور غیر لذیذ ہونے کا خیال میرے پاس نہیں پھٹکنے پاتا۔ جو کچھ ملتا ہے۔ تھوڑا ہو زیادہ۔ برا ہو بھلا۔ اسی کو کھا کر شکر کرتا ہوں۔ اور خوش رہتا ہوں۔"

کھانے کا علاج تو میں نے کیا۔ میری خوش پوشی اور خوش باشی کا علاج خدا کی طرف سے ہوا۔ میرا کمرہ نہایت آراستہ و پیراستہ رہتا تھا اور تکلف۔ کپڑوں کی الماریاں بھری ہوئی تھیں۔ ایک رات کا ذکر ہے۔ کہ شیشے کا ایک بیش قیمت لیمپ میز پر سے گر کر پھوٹ گیا اور مٹی کا تیل بھڑک اٹھا۔ بہتری کوشش کی مگر آگ رکے نہ رکی اور وہ سامان آرائش اور کپڑے سب جل کر خاکستر ہو گئے۔ خیریت یہ ہوئی کہ مکان بچ گیا۔ میں نے اس روز سے عہد کیا۔ کہ کپڑے اور سامان آرائش سب ناش ہونے والی چیزیں ہیں۔ ان میں دلبستگی چھوڑو۔ گزارے کو چھوٹا سا مکان کافی ہے۔ بڑے مکان کا کیا کرنا ہے۔ سامان ضروری درکار ہے۔ نہ کہ دنیا بھر کا۔ اور کپڑے معمولی پہن لینے کافی ہیں۔ جن سے گرمی سردی کا بچاؤ ہو

نہ کہ زنان بازاری کی طرح مردصورت ہوکر بناؤ سنگار میں مصروف رہا کرو۔ چنانچہ میں نے اپنا بڑا مکان تو کرایہ پر دیدیا اور خود ایک مختصر مکان میں جا بسا۔ صرف ضروری چیزیں ساتھ رکھیں۔ تجربے سے معلوم ہوا کہ جو لطف اور اطمینان طبع سادگی کی زندگی میں ہے وہ تکلفات میں ہرگز نہیں ہے۔

اس طرح کچھ کچھ اطمینان رونما ہوا تو میں نے سوچا۔ اب دیکھو اور کس چیز سے اُپ رتی یا سیری درکار ہے۔ مال و دولت کا خیال ہر شخص کے دل پر طاری رہتا ہے۔ اور میں بھی بندۂ زر تھا۔ اتفاق سے ہمارے محلے میں ایک بڈھا برہمن رہتا تھا۔ سب کو معلوم تھا کہ یہ مالدار آدمی ہے۔ لیکن ایسا منحوس اور کنجوس تھا کہ ججمانوں کے گھر سے کھانا اور کپڑا مانگ لاتا اسی میں گزارا کرتا۔ اور کوڑی پاس سے نہ نکالتا۔ پھر تماشہ یہ کہ اکیلی جان۔ جورو نہ جاتا اللہ میاں سے ناتا۔ ایک رات اس کے ہاں چور آئے اور کوڑی کوڑی لے گئے۔ صبح بیٹھا رو رہا تھا۔ میں نے بھی دیکھا اور صفحہ دل پر لکھ لیا کہ مال اعتبار کے لائق چیز نہیں ہے۔ جو شخص اس میں دلبستگی کرتا ہے وہ بڑی غلطی پر ہے۔ ؎

تحصیل کیا تو ہے تحفظ کا خیال
محفوظ رہا تو صرف کا ہے جنجال
آنے بھی رنج اور جانے میں بھی رنج
لعنت تجھ پر ہزار لعنت اے مال

لکھ پتی ساہوکاروں کے دیوالے نکل جاتے ہیں۔ امیر کبیر آدمی بھیک مانگنے لگتے ہیں۔ بھائی گیان آنند۔ دولت کس کی ہوئی اور کس کی ہوگی۔

چاہت زر و دولت کی محض رسوائی ہے
تو نے کس سے طبیعت اٹکائی ہے
آغوش میں آج اسکی ہے کل اُسکی ہے
اے تہر یہ بیسوا تو ہرجائی ہے

دولت کا فائدہ صرف اتنا ہے کہ آدمی کی اپنی ضروریات پوری ہو جائیں یا وہ خیرات کر کے مستحقین اور محتاجین کی ضروریات پوری کرے۔

کام آئیگی خیرات جو کر جائے گا
خیرات سے گھٹ تیرا نہ زر جائے گا
پیاسا پانی جو پی لے دریا سے تہر
پانی دریا کا کیا اُتر جائے گا

صندوق میں بند ہے اگر کیسۂ زر
یا اس میں مقفل ہے بڑا سا پتھر
دونوں یکساں ہیں آنکھ میں میری تہر
محتاج کو دے تاکہ کُھلے قیمت زر

دولت کے روز بیٹھ کر کھائیگا
یا ساتھ اسے باندھ کر لے جائیگا
کیا کرتا ہے صندوق میں اسے قفل بند
گر راہ خُدا میں خرچ پھل پائیگا

اس طرح زر کی بندگی سے طبیعت کو آزاد کیا۔ خیرات کرنی شروع کی۔ محتاجوں کو امداد دی۔ اس سے دل میں شانتی

سی آنے لگی۔ اب جاہ۔ مرتبہ اور عزّت کی طرف توجہ کی۔ ہمارے محلے میں ایک اعلیٰ افسر سرکاری رہتے تھے۔ یہ بڑے معزز اور صاحب رتبہ شخص تھے۔ ہر روز ان کے مکان پر مجمع رہتا تھا۔ امیر رئیس آیا کرتے تھے۔ اُن کا مزاج ایسا آسمان پر رہتا تھا کہ ہم جیسے متوسط درجے کے لوگوں کا تو سلام بھی نہیں لیتے تھے۔ اتفاق سے ایک مقدمے میں پھنس گئے۔ پولیس کے سپاہی آ کر اور ہتھکڑیاں ڈالکر لے گئے۔ دم کے دم میں وہ منصب اور عزّت سب خاک میں مل گئی۔ بعد میں تین برس کے لیئے جیل خانے بھیجے گئے۔ میں نے صفحۂ دل پر لکھ لیا۔ کہ عزّت ناقص ہونے والی چیز ہے۔ دلبستگی کے لائق نہیں ؏

عزّت کچھ چیز ہے نہ ذلّت کچھ چیز ‌ ‌ ‌ کچھ بھی نہیں فرق ان میں اے یار عزیز
جب موت نے خاک کر دیا دونوں کو ‌ ‌ ‌ ہوتی نہیں شاہوں کی گداؤں سے تمیز

مہاراج اسی طرح ہوا و ہوس اور مادہیتی کی اور باتیں میں نے لیں اور سب پر غور و فکر کر کے من کو اُپ رت کیا اگر سب کا بیان کروں تو ایک دفتر درکار ہے۔ اس وجہ سے اپنی آخری کتھا کو سنا کر اکتفا کرتا ہوں شہر میں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ اور اسی میں میری پیاری بیوی کا دیہانت ہو گیا۔ تعیش۔ اقارب اور احباب میں سے کسی نے آ کر منہ بھی نہیں دکھایا۔ کچھ تو بیوی کے مرنے کا رنج۔ کچھ ان لوگوں کی بے وفائی۔ میں دنیا اور دنیا کے لوگوں سے سیر ہو گیا۔ اور میں نے سوچا۔ ؏

اپنا تو دیکھا ہے اور پرایا ہم نے ‌ ‌ ‌ سو بار ہے سب کو آزمایا ہم نے
اے مہر بہتی کا ہے زمانہ ساتھی ‌ ‌ ‌ بگڑی کا کوئی یار نہ پایا ہم نے

پہلا سا مہر کا زمانہ نہ رہا ‌ ‌ ‌ وہ مہر و محبّت کا زمانہ نہ رہا
بیگانہ نما ہیں آشنا ہیں جتنے ‌ ‌ ‌ دُنیا میں مگر کوئی یگانہ نہ رہا

بیوی کے مرنے کا مجھے سخت رنج ہوا تھا۔ لیکن میں نے بچار سے کام لیا۔ اور سوچا کہ سنسار سپنا ہے۔ ایشور تے ایسے رچا ہے سب زن و مرد خدا کے بنائے ہوئے ہیں۔ کچھ میرے تو نہیں۔ خدا نے ہی تمہیں بیوی دی تھی۔ خدا ہی نے لے لی کیوں میرا تیرا کر کے رنج اُٹھاتے ہو۔ ایک روز خود تمہارا جسم اسی طرح لکڑیوں میں جلتا ہوگا۔ جس طرح بیوی کی لاش آپ پھونک آئے ہو۔ اس جسم خاکی کا پندار بھی چھوڑو اور اس سے بھی اُپ رت ہو جاؤ۔ کیونکہ دُنیا کی اور چیزوں کی طرح یہ بھی فانی ہے۔ غرض مہاراج جس جس چیز میں ہوس اور مادہیتی کا امکان تھا۔ میں نے سب کو نگاہ تعمق و عبرت سے دیکھا اور یہی دیکھا کہ نہ کسی کو قیام ہے۔ نہ کسی کو دوام ہے۔ ان گزشتنی چیزوں سے کیا دلبستگی کرنی۔ ہوس کا دامن دراز ہے۔ اس کو جس طرح بنے سمیٹنا چاہیئے۔

شاعر کہتا ہے ؏

تنبیہ اہل ہوس

دنیا کی ہوس کمال نادانی ہے — اس میں اے بوالہوس پریشانی ہے
دیکھا ہے جیسے ہم نے اسکو آئینہ کی طرح — بس یہ دیکھا کہ سخت حیرانی ہے
کیا حرص و ہوا سے فائدہ ہے اے دوست — انجام ہر حسرت ہے پشیمانی ہے
پیشانی میں ہر شخص کی لکھا ہے یہی — موت ایک ایک روز پیش آنی ہے

جسم خاکی میں کب بجا ہے پندار — یہ تیری انانیت کریگی تجھے خوار
کیوں وہم خودی ہے قالب خاکی میں — رہنے کا مکاں مکیں نہیں ہے زنہار
گر جائیگا ایک دن یہ مٹی کا گھر — قائم نہ رہے گا کر تدابیر ہزار
کچی بنیاد اس عمارت کی ہے — روز اول سے یاں مرا پانی ہے

یوں ناز نہ کر حواس کی صحت پر — ہیں آج صحیح کل کی ہر کس کو خبر
آنکھیں روشن ہیں آج تاروں کی طرح — کل ضعف بصارت سے نہ آئے گا نظر
دندان و زبان و گوش آج اچھے ہیں — لیکن کل ہوگا حال ان کا ابتر
ہے انکی بھی مثل جسم بودی بنیاد — امید قرار سخت نادانی ہے

کیوں رہتا ہے تجھکو فکر تعمیر مکان — آخر اک روز چھوڑ جانا ہے یہاں
گذرا یہ خیال بھی کبھی دل میں تیرے — یعنی ہے جہان پنجروزہ گزراں
کیا سر پہ مکاں اٹھا کے لے جائیگا — جس روز ہوا کوچ کا یاں سب ساماں
تو جائیگا تو۔ ساتھ گھر جائیگا — رہنی پھر کس لئے پریشانی ہے

ساز و ساماں کا شوق ہے لا حاصل — اسکی جانب کبھی نہ کر دل مائل
اسباب پریشانئ خاطر کا ہے — اسباب تیرے مکاں کا اے جاہل
کیا کرتا ہے جمع چھوڑ جانا ہے سب — تنہا چلنا ہے تجھکو سوئے منزل
آیا تھا تو کچھ ساتھ نہ لایا تھا یہاں — جائیگا تو پھر بے سر و سامانی سے

اچھا نہیں شوقِ جامہ زیبی ناداں　　یہ کوٹ یہ پتلون نہیں نفع رساں
جب موت نے گھر پر آن کر دستک دی　　کام آئیگی کچھ نہ تیری کپڑے کی دکاں
دو گز کفن انجام میں مل جائیگا　　انجام یہی ہے جامہ زیبی کا یہاں
وہ بھی کیڑوں کا ہو گیا جب لقمہ　　تو دریا تو ہے اور عریانی ہے

اچھا نہیں ہے محض ہوس شوقِ طعام　　یہ شوق ہے وہ جس سے ہوا انساں بدنام
کھاتا ہے تمام دن نہیں ہوتا سیر　　بھرتا نہیں پیٹ صبح بھرتا نہیں شام
بکری ہے کہ تو بیل ہے یا گھوڑا ہے　　چرنے کے سوا تجھکو نہ دیکھا کچھ کام
مرقد میں تجھے کھائینگے اک دن کیڑے　　انجام میں یہ کھانا ہے یہ پانی ہے

کیا فائدہ گر تو نے فراہم کیا مال　　کچھ سوچ تو اس مال کا کیا ہوگا مآل!
آیا تھا تو دونوں ہاتھ خالی تھے تیرے　　جائیگا تو خالی ہیں پھرا لے فرخ فال
ڈالی ہیں کوئلوں کی یوں کالے ہاتھ　　کیا کرنا ہے یہ خیال ہی دل سے نکال
مفلس کی طرح امیر کو بھی اک دن　　دو گز چادر کفن کی مل جاتی ہے

کیا فائدہ گر مل بھی گئی عزت و جاہ　　یوں دشت ہوس میں ہو نہ ہرگز گمراہ
وہ بھولے ہیں راہ پہنچے کب منزل پر　　ہے ایسے مناظر پہ فقط جن کی نگاہ
یہ جاہ مناصب نہیں کام آئینگے　　جب نزع کے وقت ہو گیا حال تباہ
ہوں اہل مناصب کہ ہوں نا اہل و رذیل　　دنیا دونوں کے واسطے فانی ہے

ہے نازِ شرافت کا سراسر بیجا　　میں نے دیکھا ہے اسکو یکسر بیجا
یاں کون شریف اور ہے کون رذیل　　اے دوست تو دعوی نہ کیا کر بیجا
ہوگا معلوم خاک ہو کر اک دن　　یہ فخر تجھے قبر کے اندر بیجا
جب خاک میں خاک ملگئی دونوں کی　　تو ایک گدا و ملک سبحانی ہے

تو نے سمجھا ہے جن کو اپنا احباب　　ہونگے وہی اک روز تیری جان کو عذاب
یہ یار نہیں ہیں بوالہوس ہیں عیار　　انکے ہیں فقط یار شراب اور کباب

مطلب کا زمانہ ہے غرض کا بندہ — تو اپنی زندگی مت کر ان میں خراب
کیوں حق سے جدا ہے جھکے تو انکی طرف — جو یار ہے تیرا دشمن جانی ہے

اولاد و اقارب سے ہے تجھکو اُلفت — سمجھا ہے کہ یہ کرتے ہیں مجھپر شفقت
آ آ کے کیا کرتے ہیں گو تجھ کو سلام — پر ہے یہ سلام ریستائی حضرت
سب تا لب گور چھوڑ آئینگے تجھے — ہے اتنی رفاقت کی فقط ماہیت
اعمال ہی ساتھ جائینگے اے غافل — کچھ انکی بھی قدر تو نے پہچانی ہے

ہے جان و دل سے بندۂ دنیا تو — مشتوق ہے دنیا تیری اور شیدا تو
اس طرح سے مائل تجھے دیکھا میں نے — کھو بیٹھا ہے اسکے شوق میں عقبیٰ تو
دنیا نے مگر ساتھ دیا ہے کس کا — چھوڑ اس کا ساتھ ہے اگر دانا تو
آخر یہ چھوڑنی پڑے گی اک دن — خود چھوڑ دے اسمیں تجھکو آسانی ہے

اے مہر ہوس بُری ہے بھولو نہ کبھی — اسکو چھوڑو یہی ہے شرط مرزی
رہنا نہیں دنیا میں تمہیں چلنا ہے — موت ایک نہ ایک دن ضرور آئیگی
دانائی اسے کہتے ہیں گر میری سنو — اس دن کیلئے آج سے ہو تیاری
جب وقت گذر گیا تو پچھتاؤ گے — بے فائدہ اس وقت پشیمانی ہے

کلام مہر طلبد ثانی

ان خیالات نے مجھے شانتی دی۔ اور چونکہ میرا لڑکا برسر کار تھا اور بیوی کے نہ رہنے سے اب گھر سے سروکار نہ رہا تھا۔ میں نے اپنے گورو کی آگیا سے سنیاس دھارن کیا۔ اب میں آزادانہ زندگی بسر کرتا ہوں۔ وچار نے مجھے اپ رتی کی نعمت بخشی۔ اُپ رتی نے مجھے شانتی دی۔ اور شانتی نے جیون مکتی کا پد بخشا۔"

نوٹ۔ رسالہ اوم ہر ماہ کی ۲۹ یا ۳۰ تاریخ کو نہایت پابندی وقت کے ساتھ ہر ایک خریدار کو بھیجا جاتا ہے جس سجن کو وقت پر پرچہ نہ ملے۔ اس کا فرض ہے کہ ہمیں 5 تاریخ کے بعد اور ۱۵ تاریخ کے اندر مطلع کرے۔ ہم پرچہ دوبارہ بھیج دینگے۔ خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ منیجر

مہابھارت کا بن پرب

اوم

اسلسلہ کیلئے پرچہ جون ملاحظہ فرمائیے

قسط دوئم

اوم

بن پرب

(بھگوان کرشن کا پانڈووں سے بن میں ملنا اور سمجھانا)

اوم

ویشمپائن جی کہتے ہیں۔ جنمیجے! جب بھوج ورشن، اندھک ونش کے یادو، پنچال کے دھرشٹ دیومن۔ چیدی دیش کے دھرشٹ کیتو اور کیلے نریش کو یہ پتہ چلا کہ پانڈو بے حد دکھی ہوکر راجدھانی سے چلے گئے ہیں اور کامیاب بن میں نواس کر رہے ہیں۔ تب وہ کورووں پر بہت کرودھ کے ساتھ انکی نندا کرتے ہوئے۔ ایسا کرتو یہ نسچت کرنے کے لئے پانڈووں کے پاس گئے۔ بھگوان کرشن کو اپنا نیتا بنا کر دھرم راج یدھشٹر کے چاروں طرف بیٹھ گئے۔ بھگوان کرشن نے یدھشٹر کو نمسکار کر کے بڑے دکھ کے ساتھ کہا "راجاؤ! اب یہ بات نسچت ہوگئی ہے۔ کہ پرتھوی دشٹ دریودھن اور اسکے سہایکوں شکنی دوشاسن اور کرن وغیرہ کا خون پئے گی۔ یہ سناتن دھرم ہے۔ کہ جو نشٹ دوسرے کی دھن سمپتی دھوکے سے چھین کر سکھ بھوگ کر رہا ہے۔ اسے مار ڈالنا چاہئے۔ آؤ ہم لوگ اکٹھے ملکر کوروں اور انکے سہایکوں کو یدھ میں مار ڈالیں اور دھرم راج یدھشٹر کو راج گدی پر بٹھائیں۔"

ارجن نے دیکھا کہ ہم لوگوں کے دکھ کو نہ سہن کرتے ہوئے بھگوان کرشن کرودھ میں آگئے ہیں۔ اور اپنا کال روپ پرگٹ کرنا چاہتے ہیں۔ تب انہوں نے بھگوان کرشن کو شانت کرنے کیلئے انکی استتی کی۔ ارجن نے کہا: شری کرشن! آپ سدب پرانیوں کے انتر آتما ہیں۔ سارے جگت کی پیدائش قیام اور فنا سب آپ سے اور آپ میں ہی ہوتا ہے سب کی انتم گتی آپ ہی ہیں۔ آپ نتیہ سروپ ہیں۔ آپنے مدھو اور کیٹبھ کو مار کر مٹی کے دونوں کنڈل اندر کو دیئے۔ آپنے جگت کا ادھار کرنے کیلئے ہی منش اوتار لیا ہے۔ پرشوتم! آپ سب جگت کا آدھار ہوتے ہوئے بھی اجنما ہیں اور چراچر جگت کے کرتا ہیں۔ آپنے بامن روپ دھارن کر کے تین قدموں میں سورگ پرتھوی اور پاتال لوکوں کو ناپ دیا تھا۔ آپ سنتوں میں اپنی جیوتی کے روپ میں سما کر اسے پرکاشت کرتے ہیں آپ نے دھرم کی رکھشا کرتے ہوئے بال پن میں ہی سینکڑوں ادھرمی راکششوں کو مار ڈالا تھا۔ آپ سرو تھا سوتنتر ہیں۔ آپ میں راگ دویش ایرشا اور لوبھ بالکل نہیں ہے کٹلتا بھلا ہو ہی کیسے سکتی ہے۔ رشی منی سدا ہردے میں آپکا چنتن کرتے ہیں۔ برہما اور شنکر دونوں ہی آپ سے پرگٹ ہوئے ہیں۔ اس پرکار بھگوان کرشن کی استتی کر کے ارجن چپ ہوگئے۔ تب بھگوان کرشن نے کہا۔" ارجن! تم ایک ماتر میرے ہو اور میں ایک ماتر تمہارا ہوں جو تم سے نفرت کرتا ہے وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ اور جو تجھ سے پریم کرتا ہے۔ وہ مانو مجھ سے ہی پریم کرتا ہے۔ تم نر ہو اور میں نارائن ہم دونوں میں کوئی انتر نہیں ہے۔ ہم دونوں ایک سروپ ہیں" جس سمے بھگوان کرشن ارجن سے یہ بات کہہ رہے تھے اسی سمے مہارانی دروپدی شرناگتوں کے آشرے بھگوان کرشن کے پاس آکر کہنے لگی۔"

دروپدی نے کہا: "مدھوسودن! میں نے اسِت اور دیول منی کے منہ سے سنا ہے کہ دنیا کے شروع میں آپنے اکیلے ہی بناکسی

کی سہاتا کے لوگوں کی رچنا کی۔ پرشورام جی نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ آپ اپراجت وشنو ہیں۔ پرشوتم! سبھی رشی آپکو کشمار روپ کہتے ہیں۔ آپ پنچ بھوت روپ ہیں۔ آپ سب دیوتاؤں کے سوامی اور پرمیشور ہیں۔ یہ بات نارد جی نے مجھ سے کہی ہے۔ سورگ آپ کے سر سے پرتھوی پاؤں سے اور سارے لوک آپ کے اُدر سے ویاپت ہیں۔ آپ سناتن پُرش ہیں۔ ودیا ابھیاسی تپسوی برہمچاری سدا آچاری، گرہستھ، شُدھ انتہ کرن والے بان پرستھ اور اُتم اُوگھی سنیاسیوں کے ہردے میں ست سروپ برہم کے روپ میں آپ ہی پرکاشمان ہیں۔ آپ سب رشیوں کی پرم گتی ہیں۔ آپ سب کے پربھو، سروآتما اور سروآدھار ہیں۔ آپکی شکتی سے ہی سب کی شکتی ہے۔ سورگ لوک، پاتال، تارا منڈل، دسوں دشائیں آکاش، چندرما اور سوریہ سب آپ میں ہی پرتشٹھت ہیں۔ آپکی سِرشٹی اور پرلے بھی آپکے اشارے پر ہی نربھر ہے۔ چونکہ آپ سب پرانیوں کے ایشور ہیں اسلئے میں آپکے سامنے اپنا دُکھ نویدن کرتی ہوں۔ شری کرشنا! میں پانڈوؤں کی پتنی ہوں۔ دھرشٹ دیومن کی بہن ہوں! اور آپکی کرپا پاتر ہوں۔ مجھ جیسی گورو شالنی استری کوروؤں کی سبھا میں گھسیٹی جائے۔ یہ کتنے دُکھ کی بات ہے۔ کوروؤں نے دھوکے سے ہمارا راج چھین لیا۔ ویر پانڈوؤں کو داس بنا لیا اور راجاؤں کی بھری سبھا میں میرے بستر اُتار کر مجھے بے عزت کیا گیا۔ مدھوسودن! میں جانتی ہوں کہ گانڈیو دھنش کو ارجن بھیم اور آپکے بغیر کوئی نہیں چلا سکتا پھر بھی ارجن اور بھیم میری رکھشا نہ کر سکے۔ انکے بل اور پراکرم پر لعنت ہے کہ پاپی دریودھن میری بے عزتی کرکے ابھی تک زندہ ہے۔ یہ وہی دریودھن ہے جس نے ان پانڈوؤں کو انکی ماتا سمیت ہستناپور سے نکال دیا تھا۔ اسی نے بھیم سین کو زہر دیکر گنگا میں بہا دیا تھا بھیم سین اپنی قسمت سے بچ گئے۔ یہ الگ بات ہے۔ لیکن دریودھن نے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ جس سمے میری ساس ان پانڈوؤں سمیت وارناوت میں سو رہی تھی۔ اس سمے اس دُشٹ دریودھن نے اُنہیں آگ میں بھسم کرنے کی ناپاک کوشش کی تھی۔ ایسا نیچ کرم بھلا کون منش کر سکتا ہے شری کرشن! میرے کیشوں کو پکڑ کر دھاپاپی دشاسن نے مجھے بھری سبھا میں گھسیٹا۔ یہ پانچوں جو ویر کہاتے ہیں سر جھکائے دیکھتے رہے۔ لب تک ہلانے کی ہمت نہ ہوئی۔" یہ کہتے ہوئے دروپدی زار زار رو پڑی۔ اُسکی سانس لمبی چلنے لگی۔ اس نے اپنے آپ کو کچھ سنبھالا! اور گدگد بانی سے کرودھ میں بھر کر کہنے لگی: "شری کرشن ان چار وجوہات سے تمہیں میری رکھشا کرنی چاہیئے۔ ایک تو آپ میرے سمبندھی ہو دوسرے میں یگیہ کی اگنی سے پیدا ہونے کے کارن گورو شالنی ہوں۔ تیسرے تمہاری سچی بھگت ہوں۔ چوتھے تم سرو شکتیمان ہو اور میری ہر طرح سے رکھشا کرنے میں سمرتھ ہو۔" دروپدی کی اس آرت بانی کو سُن کر شری کرشن نے بھری سبھا میں ویروں کے سامنے دروپدی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "کلیانی! تم جن کوروؤں پر کرودھ کر رہی ہو۔ وقت آنے والا ہے۔ کہ ان کی استریاں بھی پھوٹ پھوٹ کر تیری طرح ہی روئیں گی۔ کورو تھوڑے ہی کال بعد بھیم اور ارجن کے ہاتھوں کٹ کر پرتھوی پر سدا کے لئے سو جائینگے۔ میں وہی کام کروں گا۔ جو پانڈوؤں کے انکول ہوگا۔ تم شوک مت کرو۔ میں تم سے سچی پرتگیا کرتا ہوں۔ کہ تم راج رانی بنو گی۔ چاہے آکاش پھٹ جائے۔ ہماچل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ پرتھوی چور چور ہو جائے۔ سمندر سوکھ جائے۔ لیکن میری بات کبھی جھوٹی نہیں ہو سکتی۔" دروپدی نے شری کرشن کی بات سُن کر ٹیڑھی نظر سے ارجن کی طرف دیکھا۔ ارجن نے کہا: "پریہ تم رو و مت۔ شری کرشن نے جو کچھ کہا ہے۔ ایسا ہی ہوگا۔ اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔" دھرشٹ دیومن نے کہا: "بہن! جب ہمیں بلرام جی اور بھگوان شری کرشن کی سہاتا ہے۔ تب ہمارے ہاتھ سے کوروؤں کی رکھشا خود اندر بھی نہیں کر سکتے۔" اب سب کی درشٹی بھگوان کرشن کی طرف کھچ گئی۔ شری کرشن نے دھرم راج یدھشٹر

کو مخاطب کر کے کہا۔ "راجن! اگر اُس سمے میں دوارکا میں ہوتا تو تمہیں اتنا کشٹ کبھی نہ ہوتا اگر کرودنتی مجھے جوا میں نہ بُلاتے تب بھی میں خود وہاں جاتا۔ اور بہت سے دوش دکھلا کر جوئے کا اترکفہ روک دیتا۔ میں بھیشم۔ درونا اچاریہ۔ باہلیک اور ودر کو بُلا کر دھرت راشٹر سے کہتا۔ راجن! تم اپنے پتروں کو جوا نہ کھلاؤ۔ جوئے کے دوش سے راجہ نل کو کتنی بپتا اُٹھانی پڑی تھی۔ یہ میں اُنہیں سُناتا۔ دہرم راج! اُسی جوئے کی وجہ سے آپکی یہ دشا ہوئی ہے۔ آپکی ساری دھن سمپتی اور راج پاٹ جاتا رہا ہے۔ یہ اتنا بُرا کھیل ہے۔ کہ اس کے کھیلنے کی بار بار لالسا اُٹھتی ہے۔ اور اُس سے پیچھا چھوٹتا نہیں۔ استریوں سے زیادہ میل، جوا کھیلنا، شکار کا شوق اور شراب پینا۔ یہ چاروں باتیں دکھ روپ ہیں۔ اِن سے مُنش بھرشٹ ہو جاتا ہے۔ یُوں تو چاروں باتیں بُری ہیں۔ لیکن جوا ان چاروں میں سے سب سے زیادہ وناش کاری ہے۔ جوئے سے تھوڑے ہی گھنٹوں میں ساری سمپتی کا ناش ہو جاتا ہے۔ دہرم ارتھ وغیرہ کا بنا بھوگے ہی ناش ہو جاتا ہے۔ اس کے کارن متروں اور سگے سمبندھیوں میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ میں راجہ دھرت راشٹر کو جوئے کے اور بھی بہت سے دوش بتلاتا اگر وہ میری بات مان لیتے تو کوروں کا کلیان ہوتا۔ دہرم کی رکھشا ہوتی۔ اگر وہ میری اس بھلائی کی بات کو نہ مانتے تو میں سختی سے اُنہیں ڈانٹ ڈپٹ کر جوئے سے باز رکھتا۔ اگر اُن کے جواری سبھاسد یا متر انیائے وش اُنکی طرف داری کرتے تو میں اُنکو مار ڈالتا۔ اس سمے میرے دوارکا میں نہ رہنے سے ہی آپ نے جوا کھیل کر بیٹھے بٹھائے بپتا سہہ لی۔ آج میں آپ کو اس بپتی میں دیکھ رہا ہوں۔

یدھشٹر بولے "شری کرشن! جب جوئے کا کھیل ہوا کیا تم اُس سمے دوارکا میں نہیں تھے۔ اُس سمے کونسا کام کر رہے تھے؟ شری کرشن نے کہا۔" دہرم راج! اُس سمے میں شالو اور اُس کے نگر اکار سجان سوبھ کا ناش کرنے کے لئے دوارکا سے باہر چلا گیا تھا۔ جس سمے آپ کے راجسو یگیہ میں میری پہلے پوجا کی گئی تھی۔ اور شششوپال اپنی نیچتا کے کارن بھری سبھا میں میرے ہاتھوں سے مارا گیا۔ اُس سمے میں تو یہاں تھا اور اُدھر شششوپال کی موت کا سماچار سُن کر اُس کے متر شالو نے میری غیر حاضری کا فائدہ اُٹھا کر دوارکا پر چڑھائی کر دی۔ وہ اپنے سمان پر بیٹھ کر بڑی نردئیا سے دوارکا کے کماروں کا سنگھار کرنے لگا۔ اُس نے باغ باغیچے اور اٹاریاں نشٹ کر دیں۔ وہ دوارکا میں گھس کر للکارنے لگا۔" یادو ونشی مورکھ کرشن کہاں ہے؟ میں اُس کا گھمنڈ چُور چُور کر دونگا۔ وہ جہاں ہوگا۔ وہیں میں اُس کے پاس جاؤں گا۔ میں اپنے شستر کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ میں کرشن کو مارے بغیر بالکل نہیں لوٹوں گا۔ شالو نے لوگوں سے اور بھی کہا تھا۔ کہ وشواس گھاتی کرشن نے میرے متر شششوپال کو مار ڈالا ہے۔ اس لئے آج میں اُسے یمراج کے حوالے کروں گا۔" دہرم راج شالو نے بہت کچھ بکواس کرتے ہوئے دوارکا میں بہت اُدھم مچایا۔ اور سوبھ بمان میں بیٹھ کر میری انتظار کرنے لگا۔ میں جب یہاں سے چل کر دوارکا پہنچا اور وہاں کی دُردشا دیکھی تو مجھے بہت غصہ آیا۔ میں نے اُسکی کھوج شروع کی اس کرتوت پر وچار کر کے یہ نشچے کیا کہ شالو کو مار ڈالنا ہی مناسب ہے۔ میں نے جب دوارکا سے باہر نکل کر اُس کی کھوج شروع کی تو وہ مجھے سمندر کے ایک بھیانک جزیرے میں ملا۔ میں نے پانچ جنیہ نامی اپنے سنکھ کو بجایا۔ اور شالو کو یُدھ کے لئے للکارا۔ وہ طیش میں آ گیا اور یُدھ ہوا۔ آخر میں نے شالو کو سمیت اُسکے سہایک دانووں کے مار ڈالا یہی

کارن تھا کہ میں اُس سمے دوارکا میں نہیں تھا۔ جب میں لوٹکر دوارکا پہنچا۔ تب معلوم ہُوا کہ ہستناپور میں جوئے میں چھل کپٹ کر کے آپ لوگوں کو جیت لیا گیا ہے اُسی سمے میں وہاں سے ہستناپور آیا۔ اب وہاں سے آپکے پاس چل کر آیا ہوں۔

بھگوان شری کرشن نے یدھشٹر کے پوچھنے پر شالو کے ساتھ لڑائی وستار سے کہہ سنائی۔ اور پھر اُن سے واپس دوارکا جانے کی اجازت مانگی۔ اجازت ملنے پر بھگوان شری کرشن نے دھرم راج یدھشٹر کو پرنام کیا۔ بھیم سین نے بھگوان شری کرشن جی کا سر چوما۔ ارجن کو بھگوان نے گلے لگایا۔ نکل اور سہدیو نے اُنہیں پرنام کیا۔ دھومیہ پروہت نے اُن کا سنمان کیا۔ دروپدی نے اپنے آنسوؤں سے شری کرشن کو بھگو دیا۔ شری کرشن اپنے سوورن رتھ میں سبھدرا اور ابھیمنیو کو بٹھا کر پانڈوؤں کو تسلی دے کر دوارکا کے لئے چل پڑے۔ دھرشٹ دیومن نے دروپدی کے پتروں کو ساتھ لے کر اپنے نگر کے لئے کوچ کیا۔ ششوپال کے پتر دھرشٹ کیتو نے اپنی بہن کرینومتی (نکل کی استری) کو لے کر اپنی نگری کی طرف یاترا کی۔ سبھی راجکمار اپنے اپنے دیش کو لوٹ گئے۔ پانڈوؤں نے بہت سمجھا بجھا کر اپنی پرجا کے لوگوں کو واپس لوٹایا۔ پھر دھرم راج یدھشٹر نے برہمنوں کا ستکار کیا۔ اور اُن سے آگے جانے کی آگیا مانگ کر رتھ پر سوار ہو کر چلے۔"

(باقی پھر اگلی قسط میں)

درگا سپت شتی (منظوم)

دسواں ادھیائے

مسلسل

از قلم شری لوک ناتھ دل

اب کرودھ میں بھر کر شمبھ دیتت   دیوی درگا کو للکارا
مانو لاکھوں گھن گرج اٹھے   اس طرح گرج کے پھنکارا
یہ لگے سوچنے دیوتا گن   سرشٹی کا پرلیہ نہ ہو جائے
مہا دیوی پر مہا دانو نے   دانوں کے بادل برسائے
ہو گیا وجر کی چھاتی پر   مہا شکتی کا شکتی آگھات
گرتے ہی سنبھل اٹھا وا تو   اور جھپٹا جیسے جھنجھاوات
بولا۔ ماننی بنی پھرتی ہو   چلتی ہو تو ابھر ابھر
مجھ سے لڑتی تو ہو کنتو   اوروں کا سہارا لے کر
تب مند مند مسکاتے ہوئے   دیوی نے اس کا اتر دیا
کہا اور دکھائی دیتا ہے   سنسار میں کوئی میرے سوا؟
پھر بھگوتی نے سب شکتیوں کو   اپنے میں آپ سمیٹ لیا
تب ایک اکیلی ہو کر ہی   دانو پر اپنا وار کیا
وہ ایک بار تو دیوی سے   اک چکر کا جھٹکا کھا کے گرا
پھر سنبھلا اور سنبھلتے ہی   مدہوشی میں لہرا کے گرا
اب شکتی شالی پیچھے تھی   اور یہ آکاش کی اور اڑا
تب انتر کھش میں دونوں کا   اک مہا بھینکر یدھ ہوا

پھر کیش پکڑ کر جھٹ دیکا نے   ہر ڈت سے اُسے پچھاڑ دیا
ترشول بجر سی چھاتی پر   اسے دل! دیوی نے گاڑ دیا
پرتھوی آکاش و انتر کھش   کانپے۔ وہ ہاہا کار ہوئی
اس دیو اُسر سنگرام میں   دیوی جیتی اُسر کی ہار ہوئی
پریوار سہت سب دیوتا گن   دیوی پر پھول برسانے لگے
ہلا کر جے گھوش لگے کرنے   ترلوکی کو گنجانے لگے
پرتھوی دھیرے سے شانت ہوئی   دھیرے سے نرمل گگن ہوا
آنندی میں دھیرے سے   سُرلوک سمست مگن ہوا
گندھروں نے باجے بجائے   اور دیوتاؤں نے گن گائے
نرتت ہو گئیں اپسرائیں   سب دیوتا من میں ہرشائے
سُوریہ کی پربھا ہوئی اُتم   ہوکر پوتر اب وایو چلی
چھون اور دشائیں شانت ہوئیں   یگیہ شالاؤں میں اگنی جلی
شُمبھ اور نشمبھ کے مرنے سے   دانو کا مول سے نشٹ ہوا
جے ستیہ کی سدا استیہ کی کھنٹے   دھرتی میں آج سپشٹ ہوا
جے دُرگن ناشنی۔ دُرگتی ناشنی   دُرجن ناشنی دُرگا کی
جے دانو دلنی۔ دشٹ سنگھارنی   دُرگ پرکاشنی دُرگا کی
جے مہا کالی سے بھی مہان   مہا مایا کی مہا کالی کی
جے دیت کھنڈنی ویرت   نکھندنی نیت لوک اُجیالی کی

(باقی پھر)

اوم　اوم　اوم

قسط ۱۶

شریمان تپسوی جی مہاراج

مترجم ۔ شری لابھ چند کوہلی ،،

(شریمان تپسوی جی مہاراج ریاست پٹیالہ کے راجکمار تھے۔ دہلی میں مغل بادشاہ کے ان الفاظ نے کہ شاہی حکومت کے مقابلہ میں خدا کی عبادت کہیں زیادہ برتر و افضل ہے۔ ان کے دل پر بہت اثر کیا۔ وہاں سے وہ ہردوار پہنچے جہاں اجودھیا کے گورو کی کرپا سے روحانیت کے مارگ میں پہل ہوئے رنگون سے واپسی پر دارجلنگ کے پاس "اگر تپ" کیا۔ متھرا پہنچنے میں انہیں 24 سال کا عرصہ لگا۔ یہ عرصہ اُنہوں نے متواتر "کھڑے تپ" میں صرف کیا۔ اگھوری سادھو کو شکشا کے دینے کے بعد وہ اپنے راستہ پر روانہ ہوئے۔ اب آگے ملاحظہ فرمائیں)

اُسی پہاڑی کے دوسرے حصہ میں ایک بھکشو عورت رہتی تھی وہ ہر وقت اپنے پاس ایک تیز خنجر رکھتی تھی۔ اُس خنجر سے اُس نے کئی ایک بدمعاشوں کو موت کے گھاٹ بھی اُتارا تھا۔ یہ بات مہاتما جی کو راستہ میں کسی شخص نے بتائی تھی۔ اس بھکشو عورت کا تعلق بھی اگھوری سادھوؤں کے فرقہ سے تھا۔ مہاتما جی سیدھے اُسکے غار میں پہنچے اُسکی عمر تقریباً تیس ۳۰ سال تھی۔ اُس کا جسم مضبوط اور نقش زمین دلکش تھے۔ وہ خنجر لئے ہوتے غار میں بالکل ننگی حالت میں بیٹھی تھی اُسکی آنکھیں چمکدار تھیں اُسکے لمبے بالوں نے اُسکی چھاتی کو قدرے ڈھانپ رکھا تھا۔ مہاتما جی کو دیکھکر وہ کھڑی ہوگئی۔ اور مہاتما جی کو بیٹھ کر کھانا کھانے کیلئے اصرار کرنے لگی۔ مہاتما جی نے کہا کہ وہ کھڑے کھڑے ہی کھانا کھالیں گے کیونکہ وہ اپنے برن کے مطابق جب تک متھرا نہ پہنچ جائیں بیٹھ نہیں سکتے۔

جب اُس بھکشو عورت نے مہاتما جی کو کھانے کے لئے مچھلی اور چاول پیش کئے تو مہاتما جی نے کھانے سے انکار کرتے ہوئے پوچھا کہ وہ شاکاہاری کیوں نہیں ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ وہ اگھوری سادھوؤں کے فرقہ سے تعلق رکھتی ہے اور اُسکے لئے مچھلی اور ماس کھانا جائز ہے۔ مہاتما جی نے اُسے بتایا کہ اگر وہ ماس اور مچھلی کھانا چھوڑ دے اور پورے طور پر شاکاہاری بن جائے تو وہ اپنی سادھنا کی کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔ مہاتما جی کے پوچھنے پر کہ وہ بالکل ننگی کیوں رہتی ہے۔ اور خنجر کیوں ساتھ رکھتی ہے! اُس نے بتایا کہ اُس کے برن کے مطابق ننگے ہی تپسیا کرنی پڑتی ہے! اور وہ اپنے بچاؤ کے لئے خنجر رکھتی ہے۔ کیونکہ کچھ دشٹوں نے اُتو جیت ویوہار کرنا چاہا تھا۔ مہاتما جی نے کہا کہ جو کچھ آپ کر رہی ہیں ٹھیک نہیں ہے۔ آپ کو اپنے بدن کو ڈھانپ کر رکھنا چاہیئے۔ استری کے جسم کو دیکھکر بڑے بڑے مہاتماؤں میں بھی لغزش آ سکتی ہے اور خواہشات غلبہ پا سکتی ہیں۔ اس لئے آپ اپنے جسم کو کچھ حد تک ضرور ڈھانپ کر رکھیں۔ خنجر کو پھینک دیں اگر آپ یہ دونوں چیزیں چھوڑ

رکھیں گی تو یہ آپکی روحانی سادھنا میں رکاوٹ بن جائیگی۔ اُس بلکشو عورت نے مہاتما جی کا اُپدیش بڑے غور سے سُنا اور اُن کو اس پر عمل کرنے کا یقین دلایا۔ مہاتما جی نے اُسے بتایا کہ اُنہوں نے الیشور کا حکم سنتے ہی یہ ہدایات دی ہیں اس لئے اُسے الیشور کا ہی شکر گزار ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد مہاتما جی اپنے راستہ پر آگے چل دیئے۔

مہاتما جی لگاتار کئی دن سفر کرنے کے بعد کاشی نام کے مشہور تیرتھ پر پہنچے جو کہ بھگوان شوجی کا استھان ہے۔ ندی میں اشنان کرنے کے بعد وہ مندر میں گئے اور شوجی مہاراج کی پوجا کی۔ وہ جانتے تھے کہ شوجی مہاراج برہم روپ ہیں وہ مندر کے سامنے سمادھی کی حالت میں چلے گئے۔ اور بہت دن سمادھی کی حالت میں رہنے کے بعد جب اُنہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو ایک برہمن اُنہیں پرنام کرنے کے بعد کہنے لگا کہ میں ایک پودا لایا ہوں میں نے اسے لگانے کے لئے ایک گڑھا کھود رکھا ہے آپ کرپا کر کے اسے اپنے شبھ ہاتھوں سے لگا دیں۔ آئندہ میں اس کا ہر طرح سے خیال رکھونگا۔ مہاتما جی مان گئے اور اُنہوں نے وہ پودا اپنے شبھ ہاتھوں سے لگا دیا۔ ابھی تک یہ درخت کاشی کے راج گھاٹ پر موجود ہے۔ یہ مہاتما جی کے ہاتھوں کی لگائی ہوئی یادگار ہے جن کی زندگی کے حالات ناظرین اوم کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ کچھ عرصہ اُس جگہ تپسیا کرنے کے بعد اُنہوں نے اپنا کمنڈل اُٹھایا اور آگے چل دیئے۔"

پریاگ پہنچکر شری وشنوداس جی ندی کے کنارے کھڑے ہونے کے بعد الیشور کا دھیان لگائے ہوئے سمادھی کی حالت میں پہنچ گئے ایک یا دو دن کے بعد جب اُنہوں نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک براہمن ہاتھ میں کھانے کی تھالی لئے ہوئے مہاتما جی کو کھانا پیش کر رہے ہیں جو کہ وہ اپنی مرضی سے لائے تھے۔ چند دنوں کے بعد مہاتما جی کی ملاقات نانا صاحب سے ہوئی۔ نانا صاحب ہندوستان کی جنگ آزادی کے لیڈر تھے۔ نانا صاحب نے مہاتما جی کو اپنے کانپور سے بھاگنے کے بارے میں بتایا۔ اور یہ بھی بتایا کہ انہوں نے انگریز پولیس افسروں سے اپنا بچاؤ کیسے کیا ہے۔ اُنہوں نے مہاتما جی سے پرارتھنا کی کہ وہ اُن کو کوئی محفوظ جگہ بتائیں۔ جہاں کہ وہ اپنے آپ کو چھپا سکیں انہوں نے روتے ہوئے مہاتما جی سے اپنے من کی شانتی کے لئے پرارتھنا کی۔ جب مہاتما صاحب نانا جی سے باتیں کر رہے تھے تو اُس وقت انہوں نے ایک سنیاسی کا لباس پہن رکھا تھا تاکہ وہ پہچانے نہ جا سکیں۔ مہاتما جی نے اُنہیں روحانیت کے بارے میں بتایا کہ وہ اپنے دُکھوں کو بھول جائیں۔ مہاتما جی نے اُن کو ہمالیہ پہاڑوں میں ایک خاص جگہ بتاتے ہوئے کہا کہ وہ باقی ماندہ زندگی الیشور کی یاد میں گزاردیں۔ مہاتما جی نے اُنکو یہ بھی بتایا کہ وہ خود جمنا ندی کے کنارے متھرا کے نزدیک جا کر رہیں گے۔ نانا صاحب وہاں سے چلے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد اُنہوں نے متھرا جا کر مہاتما جی کے پھر درشن کئے۔"

تھوڑے دنوں کے بعد مہاتما جی کانپور کی طرف روانہ ہوئے جب وہ ایک جنگل سے گزر رہے تھے تو زبردست بارش شروع ہو گئی جو کہ لگاتار تین دن تک ہوتی رہی۔ مہاتما جی اپنے بائیں بازو کو اوپر کئے ہوئے ایک درخت کے نیچے کھڑے رہے جب بارش بند ہونے پر وہ وہاں سے چلنے لگے تو اُس درخت سے ایک پھن دار سانپ نکل کر مہاتما جی کے پاؤں پر لپٹنے لگا۔ مہاتما جی نے اُسے آشیرواد دی اور آگے چل دیئے۔ کچھ دنوں کے بعد مہاتما جی کانپور کے نزدیک ندی کے کنارے پہنچے اور آرام کرنے کے بعد وہاں سے نیمی شرائن جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ ندی کے کنارے کنارے جا رہے تھے۔ راستہ میں اُنہوں نے ایک مہاتما کو دیکھا جو شیر کی کھال پر

بیٹھے ہوئے تھے۔ مہاتما جی نے انہیں پرنام کیا۔ لیکن وہ پرنام کا جواب دینے کی بجائے مغرورانہ لہجے میں بات کرنے لگے۔ وہاں ایک عجیب چیز واقع ہوئی! ایک سانپ کہیں سے نکل آیا۔ اور اُس نے گھمنڈی مہاتما کو ڈس لیا۔ وہ مہاتما درد کے مارے چلانے لگا۔ اور محسوس کرنے لگا کہ اُس کے ہتک آمیز رویّہ کے کارن ایشور نے اُسے سزا دی ہے۔ وہ مہاتما جی کے پاؤں پر گر کر کہنے لگا کہ آپ انسانی چولے میں بھگوان ہیں۔ آپ نے آج مجھ پر بہت مہربانی کی ہے مجھے میرے ہتک آمیز رویّہ کی پوری پوری سزا مل گئی ہے۔ آپ نے میرے جھوٹے گھمنڈ کو ختم کر دیا۔ مجھے آپ کھشما کریں۔ مہاتما جی نے اسکو بتایا کہ وہ خود عزت یا بے عزتی کے وچار سے پرے ہیں۔ لیکن انہوں نے یہ نصیحت کی کہ وہ ہمیشہ ہر ایک کے ساتھ عزت سے پیش آئے۔ اس کے بعد مہاتما جی نے وہاں سے کچھ پتے توڑ کر اُس مہاتما کو دیتے ہوئے کہا کہ وہ اُن کو سانپ کے ڈسنے والی جگہ پر رگڑیں۔ وہ پتے رگڑنے کے بعد اُس مہاتما کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی کیونکہ اُس کا درد بالکل جاتا رہا تھا۔

مہاتما جی آگے جا کر ایک درخت کے نیچے کچھ دیر سمادھی کی حالت میں کھڑے رہنے کے بعد مسرک (MISRAK) نامی جگہ پر پہنچے وہاں انہوں نے دھونی جلائی نزدیک کھڑے ہو کر تپسیا کرنے لگے جس وقت وہ وہاں کھڑے تھے تو ایک آدمی اپنے لڑکے کو جو کہ بستر مرگ پر پڑا ہوا تھا لایا۔ اور کہنے لگا کہ مہاتما جی میرا لڑکا مر رہا ہے آپ کرپا کر کے کوئی ایسا اُپائے کریں جس سے کہ اسکی جان بچ جائے۔ یہ سُنکر مہاتما جی نے اُسے کہا کہ دھونی میں سے تھوڑی سی راکھ لے کر لڑکے کے جسم پر مل دیں۔ اُس آدمی نے ایسا ہی کیا۔ وہ بیمار لڑکا تندرست ہو گیا۔ اور وہ مہاتما جی کا شکریہ کرنے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔ وہاں ایک اور دلچسپ واقع پیش آیا۔ آس پاس کے رہنے والے کچھ لوگ مہاتما جی کے پاس آتے اور کہنے لگے کہ مہاتما جی ایک نوجوان برہمن جسکو برہمچاری کہتے ہیں اُس نے گائتری منتر کا جپ کر کے کچھ سدھیاں پراپت کر رکھی ہیں۔ وہ عام طور پر لوگوں کو شاپ دیتا رہتا ہے۔ اور جو کچھ وہ کہتا ہے سچ ہو جاتا ہے۔ اُس نے بہت سے بے گناہ لوگوں کے لئے مصیبتیں پیدا کر رکھی ہیں۔ یہ سُنکر مہاتما جی کے دل میں اُس برہمچاری کو ایک اچھا سبق سکھانے کا خیال پیدا ہوا۔ انہوں نے اُن لوگوں کو کہا کہ وہ انہیں برہمچاری کے پاس لے چلیں وہ لوگ مہاتما جی کو اس جگہ لے گئے۔ مہاتما جی برہمچاری کے پاس جا کر اُسے کہنے لگے کہ برہمچاری لوگ کہتے ہیں کہ تم اُن کو شاپ دیکر اُنکے لئے مصیبت پیدا کرتے ہو بتاؤ کہ تم گائتری منتر کا ناجائز استعمال کیوں کرتے ہو میں تمہیں ابھی شاپ دیدوں گا اور تم فوراً مر جاؤ گے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ تم اپنی بُری عادت چھوڑ دو اُس ابھیمانی برہمن نے سوچا کہ اگر اس نے غصہ کا اظہار کیا تو مارا جائے گا۔ اس لئے اُس نے نہایت نمرتا پوربک مہاتما جی سے کہا کہ میں اس نصیحت کیلئے آپکا شکر گذار ہوں میں آپکے حکم کی تعمیل کروں گا آپ کرپا کر کے مجھے شاپ نہ دیں میں اس کے بعد اپنی سدھی کا ناجائز استعمال نہیں کروں گا۔ آج سے میں کسی کو ہرگز شاپ نہیں دونگا۔ آپ میرے پتا ہیں اور میری حفاظت کرنے والے ہیں۔ میں نے آپکی کرپا سے زندگی کا بہت بڑا سبق آج سیکھا ہے۔ مہاتما جی اُس کے رویّہ میں اسقدر تبدیلی دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ اُسکے بعد مہاتما جی اس جگہ کو چھوڑ کر ایک جگہ جہاں کہ بالکل خاموشی تھی چلے گئے۔ اور پرتو شید اوم کا جپ کرنے لگے وہاں ایک دو دن کے بعد انہوں نے ایک عجیب و غریب آواز یعنی آکاش وانی سُنی۔ جو اس طرح تھی: "آپ مالا ندی کے کنارے کنارے چلتے جائیں اور پہلی بستی میں داخل ہو جائیں۔ وہاں ایک اگھوری مہاتما ملے گا۔ وہاں سے رشیا صاحب چلے جائیں،

وہاں سری گورو نانک دیو جی آپ کو درشن دیں گے" مہاتما جی یہ آکاش وانی سن کر بہت خوش ہوئے اور وہاں سے چل پڑے اور مالا ندی کے کنارے پہنچ گئے۔"

(باقی آئندہ قسطوں میں)

لابھ چند کوہلی ۔ کوارٹر ۱۱ بلاک ۲
ریلوے کالونی سیوا نگر نئی دلی ۳

اوم — قسط دوئم — اوم

دھرم کیا ہے

(از قلم ۔ گیانی لبش سنگھ جی)

۳۔ دروازے ۔ دھرم کے مندر میں داخل ہونے کے لئے آجتک ۳ دروازے تلاش کئے جا چکے ہیں۔ ایک دروازہ بالکل داہنے طرف دوسرا بائیں جانب سے داہنی طرف کا دروازہ پرابھوتک گیان ہے۔ اصلیت اور برہمانڈ کا گیان حاصل کر کے انسان کو اپنی زندگی کے مقصد کا پتہ لگتا ہے۔ پھر وہ اپنے اعمال اسی طرح ڈھال لیتا ہے۔ اس دروازے سے بھارت کے بڑے بڑے رشی اور ودوان گئے ہیں۔ دوسرا دروازہ بائیں جانب سداچار اور عمل کا دروازہ ہے۔ مہاتما بدھ اس دروازے سے گئے ہیں جنکی تعلیم (دھمپد) طمع اور بری کھاؤناؤں پر قابو پانے کے بارے میں تھی۔ ان رہنماؤں کی بات کو چھوڑیں۔ پیروکاران مذاہب میں خامیوں کا آجانا ممکنات سے ہے۔ ہر دو خیال کے مقلد کچھ غلط فہمی کے شکار ہوئے۔ گیان مارگ کے راہگیروں نے سداچار اور عمل کے پہلو کو نظر انداز کر دیا۔ دوسرے دروازے یعنی سداچار اور عمل کے حامی گیان مارگ کو نظر انداز کر کے گامزن ہوتے رہے۔ مہاتما بدھ نے اس گیان کو فضول سمجھکر اس بارے خاموشی اختیار کرنے کی تلقین کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دو دروازوں سے گذرنے والوں نے ایک دوسرے سے پہلو تہی کی۔

اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو گیان مارگ سداچار اور عمل یہ سب کچھ اس پرم پتا پرمیشور کی بھاونت کیلئے دین تھی۔ روحانیت کے نقطۂ نظر سے بھارتی رشیوں کو روئے عالم میں افضل ترین درجہ حاصل ہے۔ ساتھ ہی گیان (فلاسفی) میں یہ دلیش دنیا سے سبقت لئے ہوئے ہے۔ جیسا کہ امریکن مشہور فلاسفر ول ڈیورانٹ اپنے پر زور الفاظ میں یہ اعتراف کرتا ہے کہ یورپ کا فلسفہ جہاں ختم ہوتا ہے۔ بھارتی فلسفہ وہاں سے شروع ہوتا ہے۔"

تیسرا دروازہ ۔ ان دونوں کے درمیان ایک تیسرا دروازہ ہے۔ جسمیں گذرنے والے رہنماؤں نے پرابھوتک گیان (فلاسفی) پر بھی زور دیا ساتھ ہی عمل اور سداچار پر بھی۔ اس دروازے کے حامیوں (باقی)

ہیں شری گورو نانک دیو جی کا قدم مبارک ہے۔ یوں تو گورو نانک دیو جی کو ویدک رشی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔"

کیونکہ گورو لفظ ہی مکمل ہستی کا مظہر ہے۔ طہارت ذاسیوں کو جسقدر بھی فخر اس عظیم ترین ہستی پر حاصل ہے کم ہے۔ انکی ذہنی پاولتا شری گورو گرنتھ صاحب میں مشرقی دید کے پرمان بھرے پڑے ہیں۔ خادم نے گذشتہ ایام میں ایک مضمون سپرد قلم کیا تھا۔ جس کا عنوان "ایک شجر پر دو پرند" تھا۔ یہ اپنشد پرمان اور دربار صاحب (گوربانی) سے کلیتاً مطابقت لئے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ صدہا نہیں بلکہ ہزاروں پرمان ایسے ملینگے جن سے اشتراک مذاہب کی تعلیم اور روشنی ملتی ہے۔ حتیٰ کہ بائیبل۔ قرآن شریف۔ توریت۔ زبور ان کے لئے شری گورو نانک دیو جی نے لفظ کُتب استعمال فرمایا ہے۔ طوالت کے خیال سے میں ایک پرمان ہی پیش کر رہا ہوں۔

"نانک ستگورو ایسا چاہئیے جو سب سے لے ملائے جیو"، پرم پوجیہ مہاتما بھاگ مل ساہنی جی نے کتاب موسومہ امرت سروور میں ایک جگہ امریکن لیڈی میری ایکسفورڈ (جسے دھارمک جذبے کے تحت فلم ایکٹریس ہونے کا فخر حاصل ہے) کا ایک بیان رقم فرمایا ہے۔ محترمہ موصوف نے دھرم کے موضوع پر اپنا خیال دیتے ہوئے کہا ہے۔ "جب میں نے دھرم کو سمجھنے کی کوشش کی تو میں یہ سمجھی کہ دھرم کسی نیکی کا ہی نام ہے۔ میں تو ایسا سمجھتی ہوں اور آپ بھی سمجھنے کی کوشش کریں۔ کہ نیکی ہی پرمیشور کا ایک روپ ہی ہے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو انسان جسقدر زیادہ نیک ہے اسی قدر وہ پرمیشور کے نزدیک ہے۔ کتنا بلند اور پوتر خیال ہے یہ؟ یہ چند فقرے بطور انتخاب پیش کئے ہیں۔ یہ مضمون بہت مفصل ہے اور پُرکشش ہے۔

آتم درشی آنجہانی بابا اتگئینہ سنگھ جی نے ویدانو بچن میں علم المعاملہ علم المکاشفہ۔ یعنی ویدوں کا کرم کانڈ۔ گیان کانڈ کس خوبی سے بیان فرمایا ہے۔ جسکے لئے قیمتی الفاظ مہیا نہیں ہوتے منشی سورج نرائن صاحب مرحوم دہلوی نے جہل دُرویشی و دیگر کتب کی تصنیف فرما کر قوم کو روحانیت کے قیمتی ہیروں سے منور کیا ہے۔ آج انسانی طبع کی خامیوں کو دیکھکر دُکھ محسوس ہوتا ہے۔ کہ زمانہ حال میں انسان اخلاقی طور سے کس قدر پستی میں جا رہا ہے۔ اس کا سبب محکمہ تعلیم میں دھرم سداچار گیان کا عدم محض ہے۔ دوسرے موجودہ مغربی تہذیب مادہ پرستی نے انسانی وقار کو ٹھوکر لگائی ہے۔ زیادہ متقدمین اور گورو گرنتھ صاحب ادویت سدھانت کے حامی ہیں۔ اسلامی توحید واحدہٗ لاشریک کا نعرہ دیتی ہے۔ یہ مضمون اپنی ذات میں دوسرے ہیں۔ میں نے کچھ ادنیٰ اور خستہ الفاظ میں دھرم کیا ہے؟ موضوع پر اپنے خیالات پیش کئے ہیں۔ دوران تحریر کچھ غلطیاں اور خامیاں رہ گئی ہوں تو ناظرین آدم چھما کریں۔ آئندہ بھی سلسلہ تیاناتک واد وغیرہ پر قلم اٹھائی جاویگی۔" لبھو سنگھ سکھ مشنری۔ نندن سٹیج

اصلی مذہب

اوم

اوم

از قلم شری ۱۰۸ سوامی پرمانند جی مہاراج بیدا گماشی

مکتب تہذیب سے رکھ انس ہردم طالبا
ملت و مشرب میں جانیکی ضرورت تم کو کیا

کہتے ہیں مذہب کہ جسکو وہ فقط تہذیب ہے
ملتوں میں ہے گرم بازار شرک و حسد کا

شوق سے پڑھ ہر سبق مرشد کی یاں امداد سے
کر منور دل کے آئینے کو تو خورشید سا

دانش و انصاف سے کر عام صحبت کی تمیز
صحبت روشن ضمیراں سے تو کر دل کو صفا

خواہشات نفس پر رکھ ضبط ہر دم اے پسر
جسم کے افعال میں ہو اعتدال اے نیک خواہ

وقت کو تقسیم کر ہر کام کرنے کے لئے
وقت پر کھا وقت پر سو اور کر ذکر خدا

اس طرح تیرا عمل ہو تا دم انجام گر
لطف پاوے زندگی کا، ذات باقی کا مزہ



द्रोपदी को सान्तवना

Monthly 'OM' Delhi
Vol 41 JULY 1972 Regd No D-209

فہرست کتب

دھارمک رسالہ اوم دہلی سے مندرجہ ذیل کتب منگوا کر جیون کو سپھل بنائیے

پرشوتم اننک ۱۹۶۴ء تقریباً پچاس
مضامین کا مجموعہ۔ قیمت اڑھائی روپے
آستک ناستک سنواد سوامی شوانند جی
قیمت صرف 25 پیسے
برہمچریہ (ڈرامہ) قیمت صرف 50 پیسے۔
لندن یاترا اور مرتک آتماؤں کے
ساتھ وارتالاپ قیمت 60 پیسے
روحوں کی دنیا۔ ساڑھے تین روپے
شریمد بھگوت گیتا مجلد مترجم و تشریح
از شری رام لال پرمارتھی 4½ روپے
یوگ وششٹ سار اردو 3/- روپے
گیتا منظوم از خواجہ دل محمد ایم اے پرنسپل
[illegible] منظوم ترجمہ ہے۔ قیمت 3/-
جپ جی و سکھمنی صاحب منظوم از خواجہ
دل محمد صاحب ایم۔ اے۔ (3/50)
تلسی راماین مکمل با تصویر مجلد اردو
چالیس بالکانڈ یا بیہ شلوک و ترجمہ 16/50
پربھو کے ساکشات درشن۔ 1/- روپیہ
تقدیر اور تدبیر کا جھگڑا 1/- "
ستیہ درشن۔ مصنفہ پروفیسر نرمل چندر جی
قیمت رعایتی دو روپے (2/-)

گوبند پرکاش (ہندی) قیمت 3½ روپے
وویک چوڑامنی اردو 2½ روپے
وچار مالا 1/- ویدانت بودھ 20 پیسے
آتم جگیاسا 20/- رام گیتا 5 پیسے
میں کون ہوں۔ قیمت صرف 10 پیسے
آتم اناتم وویک 10 پیسے
کلام مضطر۔ پچاس پیسے
پرمانند کی پراپتی 75 پیسے
برہم سوتر ہندی 16/- روپے
گوبند پرکاش (ہندی) مصنفہ شری سوامی
گوبند آنند جی مہاراج۔ صفحات 640
قیمت لاگت کے مطابق 3½ روپے
ہندو دھرم کی عظمت اردو 2/- روپے
انوبھوتی پرکاش ہندی ایڈیشن بھاگ 8/- روپے
شریمد بھگوت گیتا مترجم بخشی نرسنگھ داس
چھ بھاگ قیمت 6½ روپے
رتن راماین 2½ روپیہ
حقیقی آنند کا راستہ 2/- روپے
آئے مسلم بھائی۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ
ہریت سنیے۔ قیمت دس آنے۔
آدرش ماں (ہندی) قیمت چھ روپے

امرت [illegible] قیمت ۱۲ آنے
من جیتے جگ جیت (ہندی)
قیمت تین روپے (3/-)
آدرش پریوار (ہندی) قیمت تین روپے
پردۂ مجاز۔ منشی پریم چند۔ قیمت چھ روپے
روکھمی رانی۔ " " 1/50
کربلا 3/- خواب خیال 3½ روپے
شیواجی۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔
روحانی اشارے۔ ایک روپیہ چار آنے
سائیں کے نئو خیال۔ ایک روپیہ آٹھ آنے
کبیر بھجناولی قیمت دو روپے چار آنے
سولہ سنگار۔ پانچ روپے
بیوی اور بیسوا۔ کشن چند زیبا 1/75
راماین امرت 2/- روحانی کرنیں 2/- روپے
شیو پران اردو قیمت چار روپے
یوگ واششٹ اردو 3½ روپے
انوبھوتی پرکاش ہندی حصہ چہارم 4/- روپے
[illegible] 4/50 روپے
علم الروح۔ روحانی گیان 1/50 روپے
گھر کا ڈاکٹر اردو مجلد 5/- روپے
سوانح عمری سوامی رام تیرتھ [illegible] روپے

Title Printed at Nav Laxmi Press, Esplanade Road Delhi-6. Tele 270068